بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

جلد 49 شمارہ 15

ہفت روزہ
بدر
قادیان

The Weekly BADR Qadian

ایڈیٹر
منیر احمد خادم

نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
منصور احمد

شرح چندہ
سالانہ 150 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
20 پونڈ یا 40 ڈالر
امریکن۔ بذریعہ
بحری ڈاک
10 پونڈ

7/محرم 1421 ہجری 13 شہادت 1379 ہش 13/اپریل 2000ء

Postal Reg. NO : PB/1023/2000

1504.
Mr. Er. M. Salam,
Depty Chief (Engg.)
R.E.C.Project Office,
MYTHE ESTATE; UPPER KAITHU,
SHIMLA - 171 003 (H.P.)

"اگرچہ آنحضرت ﷺ کی بیویوں سے بڑھ کر کوئی نہیں ہو سکتا مگر تاہم آپ کی بیویاں سب کام کر لیا کرتی تھیں۔ جھاڑو بھی دے لیا کرتی تھیں۔ اور ساتھ اسکے عبادت بھی کرتی تھیں۔ چنانچہ ایک بیوی نے اپنی حفاظت کے واسطے ایک رسہ لٹکا رکھا تھا کہ عبادت میں اونگھ نہ آجائے۔ عورتوں کے لئے ایک ٹکڑا عبادت کا خاوندوں کا حق ادا کرنا ہے اور ایک ٹکڑا عبادت کا خدا کا شکر بجالانا ہے۔"

(ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام ملفوظات جلد ششم صفحہ:53)

اس جماعت میں جب داخل ہوئے ہو تو اس کی تعلیم پر عمل کرو

اب اس وقت یہ لوگ تمہیں تھوڑے دکھ کر دُکھ دیتے ہیں مگر جب یہ جماعت کثیر ہو جائے گی تو یہ سب خود ہی چپ ہو جائیں گے

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ صبر والوں کو وہ بدلے ملیں گے جن کا کوئی حساب نہیں

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام﴾

نومبائعین کو مخالفت پر صبر کی تلقین

(ایک) شخص نے عرض کی کہ میرے گاؤں میں ایک مولوی جو مدرسہ میں ملازم ہے سخت مخالف ہے اور مجھے بہت تکلیف دیتا ہے حضور دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس کی تبدیلی وہاں سے کر دے۔ حضرت اقدس نے اس موقعہ پر تبسم فرمایا اور پھر اسے اس طرح سمجھایا کہ

اس جماعت میں جب داخل ہوئے ہو تو اس کی تعلیم پر عمل کرو۔ اگر تکالیف نہ پہنچیں تو پھر ثواب کیونکر ہو۔ پیغمبر خدا ﷺ نے مکہ میں تیرہ برس دُکھ اٹھائے۔ تم لوگوں کو اس زمانے کی تکالیف کی خبر نہیں اور نہ وہ تم کو پہنچیں ہیں مگر آپ نے صحابہؓ کو صبر ہی کی تعلیم دی۔ آخر کار سب دشمن فنا ہو گئے۔ ایک زمانہ قریب ہے کہ تم دیکھو گے کہ یہ شریر لوگ بھی نظر نہ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ اس پاک جماعت کو دُنیا میں پھیلائے۔ اب اس وقت یہ لوگ تمہیں تھوڑے دکھ کر دُکھ دیتے ہیں مگر جب یہ جماعت کثیر ہو جائے گی تو یہ سب خود ہی چپ ہو جائیں گے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ دُکھ نہ دیتے اور دُکھ دینے والے پیدا نہ ہوتے مگر خدا تعالیٰ اُن کے ذریعہ سے صبر کی تعلیم دینا چاہتا ہے۔ تھوڑی مدت صبر کے بعد دیکھو گے کہ کچھ بھی نہیں ہے۔ جو شخص دُکھ دیتا ہے یا تو توبہ کر لیتا ہے یا فنا ہو جاتا ہے۔ کئی خط اس طرح کے آتے ہیں کہ ہم گالیاں دیتے تھے اور ثواب جانتے تھے لیکن اب توبہ کرتے ہیں اور بیعت کرتے ہیں۔ صبر بھی ایک عبادت ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ صبر والوں کو وہ بدلے ملیں گے جن کا کوئی حساب نہیں ہے۔ یعنی ان پر بے حساب انعام ہوں گے۔ یہ اجر صرف صابروں کے واسطے ہے۔ دوسری عبادت کے واسطے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ نہیں ہے۔ جب ایک شخص ایک کی حمایت میں زندگی بسر کرتا ہے تو جب اُسے دُکھ پر دُکھ پہنچتا ہے تو آخر حمائت کرنے والے کو غیرت آتی ہے اور وہ دُکھ دینے والے کو تباہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح ہماری جماعت خدا تعالیٰ کی حمائت میں ہے اور دُکھ اٹھانے سے ایمان قوی ہو جاتا ہے۔ صبر جیسی کوئی شیئے نہیں ہے۔

(ملفوظات جلد نمبر ۴۔ صفحہ ۲۳۴۔۲۳۵)

ایک مولوی صاحب آئے اور انہوں نے سوال کیا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔ آپ نے اپنے فرقہ کا نام احمدی کیوں رکھا ہے؟ یہ بات هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (الحج: ۷۹) کے برخلاف ہے۔

اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا۔

"اسلام بہت پاک نام ہے اور قرآن شریف میں یہی نام آیا ہے لیکن جیسا کہ حدیث شریف میں آچکا ہے اسلام کے ۷۳ فرقے ہو گئے ہیں اور ہر ایک فرقہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے انہی میں ایک رافضیوں کا ایسا فرقہ ہے جو سوائے دو تین آدمیوں کے تمام صحابہؓ کو سب و شتم کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے ازواج مطہرات کو گالیاں دیتے ہیں اولیاء اللہ کو برا کہتے ہیں۔ پھر بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ خارجی حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو برا کہتے ہیں اور پھر بھی مسلمان نام رکھاتے ہیں۔ بلاد شام میں ایک فرقہ یزیدیہ ہے۔ جو امام حسینؓ پر تبرہ بازی کرتے ہیں اور مسلمان بنے پھرتے ہیں۔ اسی مصیبت کو دیکھ کر سلف صالحین نے اپنے آپ کو ایسے لوگوں سے تمیز کرنے کے واسطے اپنے نام شافعی، حنبلی وغیرہ تجویز کیے۔ آج کل نیچریوں کا ایک ایسا فرقہ نکلا ہے جو جنت 'دوزخ' وحی' ملائک سب باتوں کا منکر ہے۔ یہاں تک کہ سید احمد خاں کا خیال تھا کہ قرآن مجید بھی رسول کریم ﷺ کے خیالات کا نتیجہ ہے اور عیسائیوں سے سنکر یہ قصے لکھ دئے ہیں۔ غرض ان تمام فرقوں سے اپنے آپ کو تمیز کرنے کے واسطے اس فرقہ کا نام احمدیہ رکھا گیا۔

حضرت یہ تقریر کر رہے تھے کہ اس مولوی نے پھر سوال کیا کہ قرآن شریف میں تو حکم ہے کہ لا تفرّقوا اور آپ نے تفرقہ ڈال دیا۔ حضرت نے فرمایا۔

ہم تو تفرقہ نہیں ڈالتے بلکہ ہم تفرقہ دور کرنے کے واسطے آئے ہیں اگر احمدی نام رکھنے میں ہتک ہے تو پھر شافعی حنبلی کہلانے میں بھی ہتک ہے۔ مگر یہ نام ان اکابر کے رکھے ہوئے ہیں جن کو آپ بھی صلحاء مانتے ہیں۔ وہ شخص بدبخت ہوگا۔ جو ایسے لوگوں پر اعتراض کرے اور اُن کو برا کہے۔ صرف امتیاز کیلئے ان لوگوں نے اپنے یہ نام رکھے تھے ہمارا کاروبار خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ہم پر اعتراض کرنے والا خدا تعالیٰ پر اعتراض کرتا ہے ہم مسلمان ہیں اور احمدی ایک امتیازی نام ہے۔ اگر صرف مسلمان نام ہو تو شناخت کا تمغہ کیونکر ظاہر ہو۔ خدا تعالیٰ ایک جماعت بنانا چاہتا ہے اور اس کا دوسروں سے امتیاز ہونا ضروری ہے بغیر امتیاز کے اس کے فوائد مترتب نہیں ہوتے اور صرف مسلمان کہلانے سے تمیز نہیں ہو سکتی۔ امام شافعی اور حنبل وغیرہ کا زمانہ بھی ایسا تھا کہ اس وقت بدعات شروع ہو گئی تھیں۔ اگر اس وقت یہ نام نہ ہوتے تو اہل حق اور ناحق میں تمیز نہ ہو سکتی۔ ہزارہا گندے آدمی ملے جلے رہتے۔ یہ چار نام اسلام کے واسطے مثل چار دیواری کے تھے اگر یہ لوگ پیدا نہ ہوتے تو اسلام ایسا مشتبہ مذہب ہو جاتا کہ بدعتی اور غیر بدعتی میں تمیز نہ ہو سکتی۔ اب بھی ایسا زمانہ آگیا ہے کہ گھر گھر ایک مذہب ہے۔ ہم کو مسلمان ہونے سے انکار نہیں مگر تفرقہ دور کرنے کے واسطے یہ نام رکھا گیا ہے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے توریت والوں سے اختلاف کیا اور عام نظروں میں ایک تفرقہ ڈالنے والے بنے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ تفرقہ خود خدا ڈالتا ہے جب کھوٹ اور ملاوٹ زیادہ ہو جاتی ہے تو خدا تعالیٰ خود چاہتا ہے کہ ایک تمیز ہو جائے۔ مولوی صاحب نے پھر وہی سوال کیا کہ خدا نے تو کہا ہے کہ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ

فرمایا۔ کیا اس میں رافضی اور بدعتی اور آجکل کے مسلمان شامل ہیں؟ کیا اس میں آج کل کے وہ لوگ شامل ہیں جو اباحتی ہو رہے ہیں؟ اور شراب اور زنا کو بھی اسلام میں جائز جانتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اس کے مخاطب تو صحابہؓ ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ قرون ثلاثہ کے بعد فیج اعوج کا زمانہ ہوگا جس میں جھوٹ اور کذب کا افشا ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے اس زمانہ کے لوگوں کے متعلق فرمایا ہے۔ لَيْسُوْا مِنِّيْ وَلَسْتُ مِنْهُمْ نہ اُن کا مجھ سے کوئی تعلق ہے نہ میرا اُن سے کوئی تعلق ہے۔ وہ لوگ مسلمان کہلائیں گے مگر میرے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

جو لوگ اسلام کے نام سے انکار کریں یا اس نام کو عار سمجھیں، ان کو تو میں لعنتی کہتا ہوں۔ میں کوئی بدعت نہیں لایا۔ جیسا کہ حنبلی شافعی وغیرہ نام تھے۔ ایسا ہی احمدی بھی نام ہے بلکہ احمد کے نام میں اسلام کے بانی احمد ﷺ کے ساتھ اتصال ہے۔ اور یہ اتصال دوسرے ناموں میں نہیں۔ احمد آنحضرت ﷺ کا نام ہے۔ اسلام احمدی ہے اور احمدی اسلام ہے۔ حدیث شریف میں محمدی رکھا گیا ہے۔ بعض اوقات الفاظ بہت ہوتے ہیں مگر مطلب ایک ہی ہوتا ہے۔ احمدی نام ایک امتیازی نشان ہے۔ آج کل اس قدر طوفان زمانہ میں ہے کہ اول آخر کبھی نہیں ہوا اس واسطے کوئی نام ضروری تھا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک جو مسلمان ہیں۔ وہ احمدی ہیں۔ (ملفوظات جلد نمبر ۸ صفحہ ۱۸۰ تا ۱۸۲)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

روکئے اس مذہبی انتہا پسندی کو!

حال ہی میں اُتر پردیش کی حکومت نے مذہبی عمارات و مقامات سے متعلق ایک بل پاس کیا ہے جس کے تحت صوبہ بھر میں کوئی بھی مذہبی عمارت کی تعمیر و توسیع یا اس کی مرمت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی خدمت میں باقاعدہ درخواست دے کر اور منظوری حاصل کرنے کے بعد ہی ہو سکے گی۔ ضلع مجسٹریٹ کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ بلا روک ٹوک ایسی مذہبی عمارات کی تعمیر و توسیع پر پابندی لگا دے جن کا روکنا۔

(الف) عوامی اخلاق یا صحت یا نظم و نسق کے قیام کے مصالح کے تحت ضروری ہو۔

(ب) جس سے کسی مذہبی فرقہ کے مذہب کو بے روک ٹوک ماننے اور مذہب کو اختیار کرنے یا اپنے مذہب سے متعلق اُمور کا انتظام کرنے میں مداخلت ہوتی ہو۔

(ج) جس عمارت یا جگہ کے استعمال کی درخواست کی گئی ہو اگر وہ کسی قانون کے ذریعہ ممنوع ہو اور جس سے قانون پر عمل ناکام ہو جائے۔

ایسی تمام مذہبی عمارتوں کے زمرہ میں مندر، مسجد، گوردوارے، گرجے، درگاہیں، مزاریں، خانقاہیں، مٹھ، تکئے وغیرہ شامل ہیں۔ خلاف ورزی کرنے کی صورت میں ایک سال قید یا پانچ ہزار روپے جُرمانہ یا بیک وقت دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔ ضلع مجسٹریٹ کے حکم کے خلاف کمشنر کی عدالت میں اپیل ہو سکتی ہے لیکن پھر اس کا فیصلہ آخری ہوگا اور اسے کسی سول کورٹ میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔

مذکورہ بل جسے اتر پردیش پبلک مذہبی عمارات و مقامات کا ریگولیشن بل ۲۰۰۰ء کہا جاتا ہے کہ متعلق ہم نہایت سنجیدگی سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ہر حکومت کو یہ اختیار ہے کہ وہ عوام کی فلاح و بہبود کیلئے جو بھی قانون صحت نیت سے بنانا چاہے ضرور بنائے لیکن اگر کسی قانون کے بنانے کے پیچھے یا کسی بل کے پس منظر میں کسی خاص طبقہ کے حقوق پر ہی روک لگانے کی نیت ہو تو یہ قانون سازی کے نام پر یقیناً ظلم ہوگا۔

مذکورہ بل کے پس منظر میں دراصل یہ شبہ کارفرما ہے کہ ان دنوں ہندوستان کے دینی مدارس و مساجد چونکہ پاکستان کی خفیہ ایجنسی آئی-ایس-آئی کی پناہ گاہیں بن چکی ہیں اسلئے آئندہ مساجد و مدارس کی تعمیر پر پابندی عائد کر دی جائے اور چونکہ صرف مساجد و مدارس پر پابندی سے بیرونی دنیا کو جواب دینے میں مشکل تھی اسلئے مسلم مذہبی عمارات کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کے مقامات مقدسہ کے نام بھی بل میں شامل کر دیئے گئے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ دیگر اہل مذاہب کے بعض متعصب باوجود بل میں اُن کے مقامات مقدسہ کے اسماء کا ذکر ہونے کے پھر بھی مطمئن ہیں اور نہ صرف یہ کہ ان کی طرف سے کسی قسم کے خدشے کا اظہار نہیں کیا جا رہا بلکہ وہ کھل کر اس بل کی حمایت کر رہے ہیں کیونکہ انہیں اطمینان ہے کہ اس کا نشانہ تو دراصل مسلمان ہیں۔

اگرچہ قبل ازیں اس قسم کا قانون ۱۹۵۴ء میں راجستھان میں اور پھر ۱۹۸۴ء سے مدھیہ پردیش میں نافذ العمل ہے لیکن اس کی عملی شکل یہی سامنے آئی ہے کہ اکثریت اپنی طاقت کے بل بوطے پر جہاں چاہے جیسی چاہے مذہبی عمارت کھڑی کر لیتی ہے۔ سڑک کے کناروں پر اور پبلک جگہوں پر یہاں تک کہ بس اڈوں اور ریلوے سٹیشنوں پر یا کسی پارک کے کونے میں بھی، اور اب بھی اتر پردیش میں یہی ہونے کا امکان ہے کہ مسلمانوں کے مدارس و مساجد کی تعمیر تو آئی ایس آئی کے بہانہ سے روک دی جائے گی لیکن دیگر مذاہب کے عبادت خانے بالخصوص اکثریت کے عبادت خانے بلا روک ٹوک تعمیر ہوتے رہیں گے۔

مذکورہ بل میں تو یہاں تک روک ہے کہ اگر کوئی سابقہ تعمیر شدہ عمارت کی مرمت کروائے گا چاہے کھڑکیوں دروازوں کی مرمت ہی کیوں نہ ہو تو اسے باقاعدہ پہلے اجازت حاصل کرنا ہوگی اور ضلع مجسٹریٹ اگر چاہے تو اس مرمت پر بھی پابندی لگا سکتا ہے۔

ایک طرف تو یہ بل ہے اور دوسری طرف گجرات سرکار نے پچھلے دنوں اپنے ملازمین کو یہ چھوٹ بھی دے دی تھی کہ وہ جب چاہیں جیسا چاہیں آر-ایس-ایس کی رُکنیت لے کر ان کے پروگراموں میں شامل ہو سکتے ہیں۔

یہ تمام باتیں ثابت کرتی ہیں کہ مسلمانوں کا یہ شبہ درست ہے کہ اُتر پردیش کا حالیہ مذہبی مقامات بل دراصل اُن کو تنگ کرنے اور ان کے مذہبی حقوق کو مجروح کرنے کی خاطر بنایا گیا ہے ہندوستان ایک سیکولر ملک ہے اس میں ہر انسان کو اپنی پسند کا مذہب اختیار کرنے اور عبادت کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ ہاں اگر امن و امان کا مسئلہ کھڑا ہوتا ہے یا کوئی مسجد و مندر ملکی سلامتی کیلئے خطرہ بن جائے تو قانون نافذ کرنے والے اداروں کو ان جگہوں یا اُن سے متعلق اشخاص کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا لازماً حق حاصل ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام مدارس و مساجد کو شک کی نظر سے دیکھتے ہوئے ان کی تعمیر کے راستہ میں مشکلات کے پہاڑ کھڑے کر دیئے جائیں اور اعتراض سے بچنے کیلئے معمولی طور پر دیگر مذاہب کے مقامات مقدسہ کے نام بھی لکھ دیئے جائیں۔ اس قسم کی بدقسمتی نہ صرف ہمارے سیکولر آئین کے خلاف ہے بلکہ بدنیتی پر محمول قرار دی جائے گی۔ لہٰذا ہماری درخواست ہے کہ یو پی کی حکومت کو اپنے اس فیصلہ پر نظر ثانی کرنی چاہئے اور صدر جمہوریہ کو بنیادی انسانی حقوق کے خلاف اس بل کو منظوری دینے سے قبل اس کے دوررس نقصانات کے متعلق ضرور غور کرنا چاہئے۔

اس تعلق میں ہماری درخواست ہے کہ اس موقع پر مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دیگر اہل مذاہب کو بھی اس بل کی مخالفت و مذمت کرنی چاہئے ورنہ اُن کی آج کی خاموشی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ کل کو ان کی گردنوں پر بھی تلوار بن کر لٹک سکتی ہے۔ کسی بھی قوم کی تاریخ کے یہی وہ بھیانک موڑ ہوتے ہیں کہ اگر وہ ایسے مواقع پر ڈھیل کر جائیں یا صرف نظر کر لیں تو مستقبل میں پھر ساری قوم مصائب کا شکار ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس سے قبل پاکستان میں جب بدقسمتی سے بعض فرقوں کو کمزور جان کر ان کے بنیادی حقوق سلب کئے گئے تو اب تمام پاکستان ہی بنیادی انسانی حقوق کے معاملہ میں سخت پریشانی کا شکار ہے۔

اس موقع پر ہمیں یاد آرہا ہے کہ ہندوستان میں یہ بدقسمتی کا دور اب شروع ہو رہا ہے جبکہ پاکستان یہ بازی پہلے ہی مار چکا ہے جہاں پہلے پہل احمدیوں کے بنیادی حقوق سلب کئے گئے اُنہیں کافر قرار دے کر نہ صرف مساجد کی تعمیر پر روک لگا دی گئی بلکہ بنی بنائی مساجد پر سے کلمہ طیبہ تک مٹا دیا گیا لیکن اب حال یہ ہے کہ احمدی ہی نہیں پاکستان میں آہستہ آہستہ دیگر فرقوں کو بھی انہی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ان کے بھی مذہبی حقوق سلب کئے جا رہے ہیں پاکستان کے اکثریتی فرقہ کے لوگ جنہیں سُنّی کہا جاتا ہے احمدیوں کے بعد اب شیعوں کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں شیعوں کی مساجد کو خون سے رنگا جا رہا ہے۔ پھر بات اور آگے بڑھی تو اب سنیوں کے آپس میں فسادات شروع ہو چکے ہیں بریلوی اور دیوبندی فرقوں میں باہم فساد و جدال کا بازار گرم ہے۔ اور ایک دوسرے کو کافر و مرتد قرار دے کر خود تراشیدہ اسلامی قانون کے تحت موت کے گھاٹ اُتارنے کا مذموم سلسلہ شروع کیا جا چکا ہے۔

دراصل یہ وہ کانٹے ہیں جن کے بیج پاکستان میں آزادی کے معاً بعد ۱۹۵۳ء میں بوئے گئے تھے۔ جس وقت اینٹی احمدیہ موومنٹ کی آڑ میں ایک طرف تو فرقہ وارانہ فسادات کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا تو دوسری طرف اپنے فساد کو جائز قرار دینے کیلئے کھلے عام کہا گیا تھا کہ ہم پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ جیسا چاہیں سلوک کریں اور ہندوستان کو بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ جیسا چاہے سلوک کرے اور اگر چاہے تو منوشاستر کی روشنی میں بھی اُن سے سلوک کر سکتا ہے اگر غور سے سوچیں تو دراصل یہ وہی چھوت کی بیماری ہے جو پاکستان سے چل کر اب ہندوستان کا رُخ کر چکی ہے۔

قارئین کے ازدیاد علم کیلئے ہم بتانا چاہتے ہیں کہ ۱۹۵۳ء میں اینٹی احمدیہ موومنٹ کے بعد جب جسٹس محمد منیر اور جسٹس کیانی کے انکوائری کمیشن نے جماعت اسلامی اور جمیعۃ العلماء کے مولاناؤں سے پوچھا تھا کہ

"اگر ہم اسلامی دستور نافذ کریں گے تو پاکستان میں غیر مسلموں کا موقف کیا ہوگا۔ ممتاز علماء کی رائے یہ ہے کہ پاکستان کی اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کی حیثیت ذمیوں کی سی ہوگی اور وہ پاکستان کے پورے شہری نہ ہونگے کیونکہ ان کو مسلمانوں کے مساوی حقوق حاصل نہیں ہونگے۔ وضع قوانین میں ان کی کوئی آواز نہ ہوگی۔ قانون کے نفاذ میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اور انہیں سرکاری عہدوں پر فائز ہونے کا کوئی حق نہ ہوگا"۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۲۹)

مولانا حامد بدایونی صاحب نے کہا کہ:

"پاکستان کے غیر مسلم نہ تو شہری ہونگے نہ انہیں ذمیوں یا معاہدوں کی حیثیت حاصل ہوگی"۔

اس پر فاضل ججوں نے یہ سوال کیا کہ اگر یہ بات درست ہے تو بتایئے کہ وہ مسلمان غریب جو ہندوستان میں بس رہے ہیں آپ کے نزدیک ان سے اگر یہی سلوک ہندوستان کی حکومت کرے اور منو کی شریعت ان پر نافذ کرنے کی کوشش کرے تو ان کو اس کا حق ہوگا یا نہیں؟ اس پر جمیعۃ العلماء پاکستان کے صدر سید محمد احمد صاحب قادری نے یہ جواب دیا:

"ہندوؤں کو جو ہندوستان میں اکثریت رکھتے ہیں ہندو دھرم کے ماتحت مملکت قائم کرنے کا حق ہے اور اگر اس نظام حکومت میں منوشاستر کے ماتحت مسلمانوں سے ملیچھ یا شودروں کا سا سلوک کریں تو ان پر مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا"۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۴۵)

مولانا مودودی صاحب سے بھی پاکستانی عدالت میں یہی سوال کیا گیا جس کے جواب میں انہوں نے کہا:

"یقیناً مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ حکومت کے اس نظام میں مسلمانوں سے ملیچھوں اور شودروں کا سا سلوک کیا جائے۔ ان پر منو کے قوانین کا اطلاق کیا جائے اور انہیں حکومت میں حصہ اور شہریت کے حقوق قطعاً نہ دیئے جائیں۔" (رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۴۵)

پس مذکورہ بل کے خلاف جمیعۃ العلماء کے ملاؤں کے احتجاج اور دھرنے اور جلسے دراصل پاکستان میں ان کے بزرگوں کے بیانات کے مطابق فضول ہیں۔ ابھی تو ہندوتو کی ابتداء ہے۔ اور ابھی سے آپ کے ہاتھوں سے صبر کا دامن چھوٹ گیا ہے۔ آپ کے بزرگان تو پاکستان میں یہاں تک کہہ چکے ہیں کہ اگر ہندو منوشاستر کے مطابق ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ ملیچھوں یا شودروں جیسا سلوک کریں تو ان کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

پس ذرا سوچو تو سہی کہ نازل ہونے والی یہ مصیبتیں اور یہ پے در پے عذاب کسی فرستادہ خداوندی کو ٹھکرانے اور کسی معصوم جماعت کے خلاف ڈھائے جانے والے مظالم کی پاداش میں تو نہیں-!؟

(منیر احمد خادم)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

خطبہ جمعہ

دعا کے مضمون کو اگر آپ سمجھ لیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساری زندگی کے مسائل حل ہو سکتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض دعاؤں کا تذکرہ

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔
فرمودہ ۲۴؍دسمبر ۱۹۹۹ء بمطابق ۲۴؍فتح ۱۳۷۸ھجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّی فَاِنِّی قَرِیْبٌ . اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ. فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾۔(سورة البقرہ آیت ۱۸۷)

اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کرتے ہیں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ تو انہیں بھی چاہئے کہ میری بات کو قبول کیا کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

یہ آیت کریمہ جو خدا تعالیٰ کی ہستی کے عظیم ثبوت کے طور پر ہے وہاں دعا کرنے والے بندے پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد کرتی ہے۔ اور اس کے مختلف پہلو ہیں جو پہلے میں اختصار سے بیان کرتا ہوں پھر احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالوں سے ان کی مزید تشریح کروں گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّی فَاِنِّی قَرِیْبٌ پوچھنے والا کیا سوال کرتا ہے۔ اگر حاجت روائی کی باتیں صرف کرتا ہے تو عَنِّی سے تو وہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ میرے بارے میں پوچھتا ہے، میرا بندہ جب میری تلاش کرتا ہے۔ یہ بات خاص طور پیش نظر رکھنی چاہئے کہ دعا مانگتا ہے صرف نہیں فرمایا گیا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ وہ 'میرے متعلق' مجھے تلاش کرتا پھر رہا ہے اور مجھے پوچھتا ہے۔ فَاِنِّی قَرِیْب میں تو اس کے پاس ہی ہوں۔

اب قربت اور دوری خدا تعالیٰ کی یہ Relative چیزیں ہیں۔ انسان جتنا چاہے خدا کو دور کر لے اپنے آپ سے، جتنا چاہے قریب کر لے یہ اس کی سوچ کی باتیں ہیں۔ مگر سوال ایک اور پیدا ہوتا ہے کہ اگر خدا اتنا قریب ہے تو وہ جواب کیوں نہیں دیتا، تو جواب کے ساتھ ایک شرط لگا دی ہے۔ وہ شرط یہ ہے 'پس انہیں بھی چاہئے کہ میری بات کو قبول کیا کریں اور مجھ پہ ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں'۔

اب اگر انسان جب چاہے خدا کو بلا نا وہ حاضر ہو جائے اور جب چاہے بلا کر ایک طرف طاق نسیاں میں رکھ دینا یہ تو نوکروں والا سلوک ہوا یعنی نوکروں سے بھی بدتر سلوک ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب انسان کو ضرورت پڑتی ہے، کسی کام کی احتیاج ہوتی ہے وہ اپنے نوکر کو آواز دے دیتا ہے وہ پاس سے بولے میں تو قریب بیٹھا ہوا ہوں، حاضر ہوں اور جب ضرورت پوری ہوئی تو گلے سے اتار پھینکا، جاؤ بھاگ جاؤ، دور چلے جاؤ۔ یہ باتیں اس آیت کریمہ میں مضمر ہیں یہ ساری احتیاطیں لازم ہیں ورنہ صحیح معنے میں کسی کو جواب نہیں ملے گا۔ بسا اوقات لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تو بہت خدا کو پکارا، بہت دعائیں کیں مگر کوئی آواز نہیں آئی۔ بعض انگریز شعراء، شیلے نے مثلاً ایک پوری نظم اس بات پہ لکھی ہوئی ہے کہ میں جگہ جگہ خدا کو پکارتا پھرا، وادیوں میں، جنگلوں میں، غاروں میں، کہیں بھی مجھے خدا کی آواز نہیں آئی۔ تو اپنا ان کا عمل خدا سے دوری کا تھا تو آواز کیسے آتی۔ خدا کی تلاش اپنی ضرورت کے لئے تھی یا محض تعجب کے طور پر دیکھنے کے لئے کہ دیکھیں کوئی آواز آتی بھی ہے کہ نہیں۔ یہ سارے مسائل ہیں جو آیت کریمہ سے تعلق رکھنے والے ہیں اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی مختلف احادیث کی روشنی میں ان کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کے اقتباسات بھی انہی کے گرد گھوم رہے ہیں۔

سب سے پہلے میں سنن الترمذی کتاب الدعوات سے یہ حدیث آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دعا ہی عبادت ہے۔ پھر آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ. اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْن یعنی تمہارا رب فرماتا ہے کہ مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔ وہ لوگ جو تکبر کی وجہ سے میری عبادت نہیں کرتے وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہونگے۔

سنن ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہمارا ربّ ہر رات قریبی آسمان تک نزول فرماتا ہے۔ جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کون ہے جو مجھے پکارے تو میں اس کو جواب دوں!، کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اس کو دوں!، کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں۔ (سنن ترمذی ابواب الدعوات)

اب یہ حدیث صاف ظاہر کر رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جس خدا کی باتیں کر رہے ہیں وہ کوئی جسمانی خدا تو نہیں ہے جو روزانہ رات کو نیچے اتر آتا ہے۔ نیچے کہاں اترتا ہے کوئی بھی ظاہری طور پر خدا کا اترنا ثابت کر ہی نہیں سکتا۔ وہ ہر طرف ہے، ہر جگہ، تو وہ اترتا کہاں ہے۔ تو اس سے مراد صرف یہ ہے کہ وہ دل پر نازل ہوتا ہے اور ہر دل پر نازل نہیں ہوتا بلکہ ہر اس دل پر نازل ہوتا ہے جو حقیقت میں پوری محبت کے ساتھ اس کی جستجو کرتا ہے۔

رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو یہ تہجد کا وقت ہے عموماً اور یہاں رمضان کی شرط نہیں لگائی گئی۔ اس لئے احباب کو خاص طور پر متوجہ ہونا چاہئے کہ صرف رمضان میں تو نہیں اترتا۔ رمضان کے علاوہ دنوں میں بھی، جب بھی تہجد کا وقت ہوتا ہے اس وقت کوشش کریں کہ اٹھا کریں وہ وقت ہے جبکہ آپ سے زیادہ خدا کو آپ کی تلاش ہوتی ہے۔ آپ خدا کی تلاش تو ویسے ہی کرتے رہتے ہیں، فرضی باتیں بھی کرتے رہتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ حقیقی معنوں میں اپنے بندے کی تلاش میں اترتا ہے اور ایسا بندہ جس کے دل میں نیکی اور تقویٰ ہو، جو دل سے چاہتا ہے خدا کو بلانا اس کے عرش پر نزول کرتا ہے یعنی اس کے دل پر نزول کرتا ہے اور اعلان عام کرتا ہے کہ کون ہے جو مجھے پکارے، کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے میں اس وقت اس کی حاجت روائی کرنے کے لئے تیار ہوں۔

ترمذی کتاب الدعوات میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسی قوم نہیں کہ جب بھی وہ خدا کا ذکر کرتے ہیں تو فرشتے ان کے گرد گھیرا بنا لیتے ہیں اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے مقربین میں ان کا ذکر کرتا ہے۔ (ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء في القوم يجلسون)

اب فرشتوں کا اترنا بھی اسی طرح ہے جیسے خدا کا اترنا ہے۔ یہ نظارے ہیں بڑے خوبصورت، مجلس میں خدا کا ذکر ہو رہا ہے اور وہاں فرشتوں نے گھیرا ڈال لیا ہے۔ اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ دلوں کو صاف کرنے والی طاقتیں جو ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ ان کی طرف نازل ہوتی ہیں اور وہ جو ذکر پاک کرتے ہیں اللہ کا تو روحانی طاقتیں جن کا کوئی شمار نہیں وہ اپنے پیار کی وجہ سے ان کے گرد جمع ہو جاتی ہیں کیونکہ خدا کا ذکر ہے تو فرشتوں کو بھی خدا کا ذکر پیارا لگتا ہے۔ دوسرے نیک بندے بھی وہاں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ جہاں اللہ کی باتیں چل رہی ہوں وہاں نیک لوگ بھی ٹھہر جایا کرتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسے لوگوں کی مجلس لگی ہوئی ہو تو مسافر بھی گزرتا ہوا، کوئی شخص دیکھتا ہے چند لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ان کے ساتھ بیٹھ جاتا ہے۔

تو ایک روایت میں ہے کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی سفارش کی کہ تیرے نیک بندے تیرے ذکر میں لگے ہوئے تھے تو ان کی حاجت روائی فرما لیکن ایک ایسا شخص تھا جو چلتے چلتے تھک کر رستے میں آرام کے لئے ان کے پاس بیٹھ گیا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرمائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن

کے جلیس بھی بد بخت نہیں ہوا کرتے۔ پس یہ بات یاد رکھیں جب بھی اپنی مجلسیں لگایا کریں تو کوشش کریں کہ ایسے لوگوں کی مجلس میں بیٹھیں جو نیک بخت لوگ ہیں، جو ذکر الٰہی کرنے والے ہیں ان کی مجلس میں تو رستہ چلتا بھی اگر کوئی بیٹھ جائے گا تو اس کو بھی فائدہ پہنچ جائے گا۔

سنن ترمذی کی یہ حدیث عمرو بن عبسہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ پروردگار رات کے آخری حصے میں بندے کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ پس اگر تم سے ہو سکے تو اس گھڑی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں میں شامل ہو۔ اگر تم ایسا کر سکتے ہو تو ضرور ایسا کرو۔ (سنن ترمذی کتاب الدعوات)

یہ رات کی آخری گھڑیوں میں کیوں ہے۔ ویسے تو خدا ہر وقت ہی ساتھ رہتا ہے اس وقت کیوں؟ اس لئے کہ بندہ دن کے وقت تو مختلف کاموں میں مصروف ہو کے اپنی توجہ خدا کی طرف پوری نہیں پھیر سکتا۔ تہجد کے وقت اس کی توجہ زیادہ خدا کی طرف ہوتی ہے۔ دوسرے وہ وقت ایسا ہے جو ریاکاری سے پاک ہے کوئی دکھاوا نہیں اس میں۔ آدھی رات گویا تیسرا حصہ رات باقی رہ گئی ہو تو کون ہے جو گھر میں دیکھتا پھرے گا کہ کون اٹھا ہوا ہے خدا کے ذکر کے لئے۔ تو یہ خاص حکمت ہے کہ تہجد کے وقت میں کسی قسم کی ریاکاری نہیں ہو سکتی بلکہ بعض لوگ تو اپنے پیارے عزیزوں سے چھپ کے تہجد پڑھتے ہیں تاکہ ان کو بھی آواز نہ آئے۔ تو اس پہلو سے خدا تعالیٰ کو ایسے لوگ پسند ہیں جو اللہ کی محبت کی خاطر ہی اٹھتے ہیں اور اللہ کی محبت کی خاطر بنی نوع انسان سے بے پرواہ ہو کر کہ وہ ان کے متعلق کیا خیال کر رہے ہیں وہ خدا کی عبادت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں تم بھی اگر ہو سکے تو یہ گھڑی ہے جس میں اللہ کا ذکر کرنے کے لئے رات کو اٹھ جایا کرو۔

ایک حدیث ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا 'اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بندے کے گمان کے مطابق سلوک کرتا ہوں۔ جس وقت بندہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو اس کا مخفی ذکر اللہ کے، جو بھی دل کہہ سکتے ہیں، اللہ کے تصور میں اس کا ذکر ہو گا اور اگر وہ اونچی آواز سے ذکر کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اونچی آواز سے ذکر کرتا ہے۔ کن معنوں میں؟ آگے تشریح آتی ہے اس کی۔

— اگر وہ میرا ذکر محفل میں کرے گا جیسا کہ ابھی ذکر گزر چکا ہے ایک محفل کا، تو میں اس بندے کا ذکر اس سے بہتر محفل میں کروں گا۔ یعنی بعید نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور صحابہ کرام کی جو محفل خدا نے سجائی ہوئی ہے جو بھی اس محفل کی کیفیت ہے وہ روحانی کیفیت ہی ہے جسمانی طور پر تو تصور نہیں باندھا جا سکتا۔ تو یہاں نسبتاً ادنیٰ لوگوں میں وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اونچے لوگوں میں اس کا ذکر کروں گا۔ پھر فرماتے ہیں اگر وہ میری جانب ایک بالشت بھر آئے گا تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ جاؤں گا۔ اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ آئے گا تو میں اس کی طرف دو ہاتھ جاؤں گا۔ اگر وہ میری طرف چل کر آئے گا تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاؤں گا۔

اب دیکھیں یہاں بھی قدموں کی بات ہو رہی ہے۔ 'چل کر جانا' تو لوگ فوری طور پر مادی تصور میں ڈوب جاتے ہیں اور انسان کو عادت ہے اپنے ماحول، اپنے جسم، اپنی طاقتوں کے مطابق خدا کا تصور باندھتا ہے اس کے حوالے سے یہ حدیثیں بھی اسی طرح بیان ہوئی ہیں مگر فی الحقیقت تو اللہ تعالیٰ نہ دوڑتا ہے نہ بھاگتا ہے وہ تو ساری کائنات کی جان ہے اس لئے مراد یہ ہے کہ جب چاہو خدا تمہارے قریب ہو جائے گا جب چاہو گے تم سے دور ہو جائے گا۔ یہ تمہارے اپنے خلوص کی بات ہے۔ جتنے زیادہ خلوص سے اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کرو گے اس سے زیادہ تیزی سے وہ تمہاری طرف بڑھے گا۔ چنانچہ محاورے میں آتا ہے کہ ایک قدم بڑھو گے تو دس قدم وہ تمہاری طرف آئے گا۔ چل کر اس کی طرف جاؤ گے تو وہ دوڑ کر تمہاری طرف آئے گا۔ تو یہ سارے محاورے ہیں جن کو غور سے سمجھنا چاہئے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جبکہ مَیں آنحضرت ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا، آپؐ نے فرمایا۔ اے برخوردار! مَیں تجھے چند باتیں بتاتا ہوں۔ اوّل یہ کہ تُو اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ، اللہ تعالیٰ تیرا خیال رکھے گا۔ تُو اللہ تعالیٰ پر نگاہ رکھ تُو اسے اپنے پاس پائے گا۔ جب کوئی چیز مانگنی ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگ۔ اور جب تو مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا تو اسے اپنے سامنے پائے گا۔ تُو اللہ تعالیٰ کو خوشحالی میں پہچان اللہ تعالیٰ تجھے تنگدستی میں پہچانے گا"۔

— اب جو لوگ خوش حالی میں خدا کو بھول جاتے ہیں اور صرف تنگدستی میں خدا یاد آتا ہے ان کو خدا ان کی تنگدستی میں پھر بھلا دیتا ہے۔ ان کے اپنے نفوس تک ان کو بھول جاتے ہیں۔ اس لئے جب اچھی حالت ہو مثلاً صحت کی حالت، تونگری کی حالت، مال دولت کے لحاظ سے ٹھیک ہو فاقہ کشی نہ ہو اس وقت خدا کو یاد کرو وہ پھر تنگی ترشی کی آزمائش میں ڈالتا ہی نہیں ہے۔ اور بہت سے لوگ ہیں ان کے لئے کئی قسم کے حادثات ٹل جاتے ہیں، کئی قسم کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں اس لئے کہ انہوں نے اپنی اچھی حالت میں اللہ کو یاد رکھا ہوا تھا۔

پھر فرماتے ہیں۔ یہ ایک فلسفہ ہے چیزوں کے پانے نہ پانے کا جس سے طبیعت راضی برضا رہتی ہے وہ یہ ہے 'اور سمجھ لے کہ جو تجھ سے چوک گیا اور تجھ تک نہیں پہنچ سکا وہ تیرے نصیب میں نہیں تھا۔ اس لئے جو حاصل نہیں ہو سکتا تھا نہ اب اس کو یاد کرنے سے وہ مل جائے گا خواہ مخواہ اس کے لئے اپنے دل جلانے کی کیا ضرورت ہے۔ جو تجھے مل گیا ہے وہ تجھے ملے بغیر رہ نہیں سکتا تھا۔ جو تجھے مل گیا وہ تو ملنا ہی تھا یہ ایسی قطعیت ہے اس میں کہ اس کا انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ 'جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور خوشی بے چینی کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور ہر تنگی کے بعد یُسر اور آسانی ہے'۔ (سنن ترمذی ابواب صفة القيامة)۔ یہ ایک بچے کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پیچھے سواری میں بیٹھا ہوا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحتیں تھیں جو اس نے ہمیشہ یاد رکھیں اور آج ہمارے لئے بھی روشنی کا سامان کر گئیں۔

مسلم كتاب الصلوة مايقول فى الركوع و السجود۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انسان اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہو اس لئے سجدے میں بہت دعا کیا کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دعا کے طریق میں دونوں باتیں ثابت ہیں کھڑے ہو کر دعا کرنا اور اس کے متعلق آتا ہے کہ بعض دفعہ اتنی لمبی دعا کیا کرتے تھے کہ پاؤں سوج جایا کرتے تھے اور سجدے میں گڑگڑا کر دعائیں کرنا۔ تو یہ مختلف قسم کے مزاج ہوتے ہیں انسان کے جس وقت جو مزاج قبضہ کر لے بغیر تکلف کے اس کے مطابق انسان کو سلوک کرنا چاہئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ترمذی میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کی دعا سنی جاتی ہے جب تک وہ جلد بازی نہیں کرتا۔ یعنی کسی کی دعا بھی سن لی جاتی ہے جب تک وہ جلد بازی نہیں کرتا اور کہتا ہے میں نے دعا کی مگر میرے حق میں قبول نہ ہوئی۔ یہ چیز ایسی ہے جو دعاؤں کو نامراد کرنے کے لئے ہے۔ ایک انسان دعائیں مانگتا ہے اور کہتا ہے او ہو ابھی تو قبول نہیں ہوئی کچھ نہیں ہوا۔ اس قسم کے بہت سے واقعات ملتے ہیں کہ ایسے لوگوں کی دعائیں ساری عمر کے لئے بیکار جاتی ہیں۔

ایک واقعہ جس کا بارہا پہلے بھی ذکر گزر چکا ہے ایک شخص کا ہے جو بہت ہی خدا کا پیارا تھا، بہت قریب تھا اور اس کے پاس بہت لوگ مرید آیا کرتے تھے دعا کروانے کے لئے۔ ایک دفعہ ایک مرید کو خیال آیا کہ کیوں نہ اس سے اجازت لوں کہ میں بھی رات کو دعا میں ساتھ ہی کھڑا ہو جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے اس مرید کی آزمائش کرنی تھی وہ جب کھڑا ہوا تو ایک دعا کے اختتام پر اس کو الہام ہوا کہ نامنظور ہے۔ اس کے بعد اس نے پھر وہی دعا شروع کر دی۔ نماز کے بعد اس کے مرید نے کہا کہ آپ کو کیا ہوا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے نامنظور ہے پھر بھی آپ پیچھے لگے ہوئے ہیں کہ بس میں نے دعا مانگنی ہے۔ پہلی بات تو اس نے یہ بتائی کہ یہ دعا میں تیس سال سے کر رہا ہوں آج تک نہیں تھکا۔ تم ایک دن سن کر تھک گئے ہو۔ میں بندہ ہوں میرا کام مانگنا ہے وہ مالک ہے چاہے تو دے چاہے تو نہ دے۔ جب وہ یہ کہہ رہا تھا تو اس کو الہام ہوا جو اس مرید نے بھی سنا کہ اے میرے بندے میں نے تیری تیس سال کی ساری دعائیں قبول کر لی ہیں۔ اب یہ دیکھو کہ قبولیت دعا کا کتنا عظیم نشان ہے یہ کہ دعا میں تھکنا نہیں چاہئے۔ وہ دعا بہت ہی پیاری ہے حضرت زکریاؑ کی جس میں حضرت زکریاؑ فرماتے ہیں میری ہڈیاں گل گئیں، میرے بال سفید پڑ گئے وَ لَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۔ میرا حال دیکھ کہ میں آج تک تیری دعا کے بارے میں مایوسی کا بدبخت نہیں ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تو پوری کر دے گا اور ایسی گریہ وزاری تھی۔ وہ تیس سال تو تیس سال یہ ساٹھ ستر، اسی سال کی دعائیں ہیں جو قبول کی گئی ہیں۔ اور اس حالت میں قبول کی گئی ہیں جبکہ بالکل ناممکن نظر آتا تھا ان کا قبول ہونا۔ تو دعا کے مضمون کو اگر آپ سمجھ لیں اور خاص طور پر اس رمضان مبارک میں اچھی طرح اس کو سمجھ لیں، غور کریں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساری زندگی کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو یہ نہ کہے کہ اے اللہ! تو اگر چاہتا ہے تو مجھے بخش دے۔ چاہتا ہے تو بخش دے کیا مطلب؟ بخشش مانگو۔ اس نے نہیں بخشا ہو گا، نہ بخشے گا۔ وہ مالک ہے۔ یہ کیا مطلب ہوا تو چاہتا ہے تو بخش دے۔ اے اللہ تو چاہتا ہے تو مجھ پر رحم کر۔ ہرگز یہ نہ کہو۔ دعا کو پختگی سے مانگا جائے کیونکہ زبردستی تو تم خدا پہ کر ہی نہیں سکتے۔ (بخاری كتاب الدعوة باب ليعزم المسألة)۔ بھکاری ہو بھکاری ہی رہو گے۔ اس لئے اس کی مرضی ہے وہ مانے یا نہ مانے مگر نہ ماننے کی بحث کیوں چھیڑتے ہو۔ جب چاہے مانے، جتنا چاہے مانے۔

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ لوگ بلند آواز سے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنے لگے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اپنے نفسوں پر میانہ روی کو وارد کرو کیونکہ تم نہ تو کسی بہرے کو بلا رہے ہو اور نہ ہی کسی ایسے کو جو موجود نہ ہو۔ تم تو سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ کو پکار رہے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ (مسلم كتاب الذكر. باب استحباب خفض الصوت بالذكر)

ایک سنن ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اللہ سے نہیں مانگتا وہ اس پر ناراض ہوتا ہے۔ انسانوں کا تو یہ حال ہے کہ بچے بھی جو زیادہ مانگیں مائیں ان سے بھی تنگ آ جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ مانگو تو وہ زیادہ خوش ہوتا ہے اس لئے نہ مانگنے والوں سے خدا کو مانگنے والے زیادہ پسند ہیں سوائے اس کے کہ بعضوں کا اپنا حال ہی ایسا ہے جو دعائے مجسم بن جاتا ہے جیسے حضرت موسیٰؑ کی دعا تھی رَبِّ اِنِّی لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْر۔ اے میرے اللہ جو بھی میری جھولی میں ڈال دے میں اس کا فقیر بیٹھا ہوں یہ نہیں تھا کہ دعا نہیں تھی، دعا تو تھی مگر دعا کی تعیین نہیں تھی کہ کیا چیز ہو، ہر چیز جو خیرات کرتا ہے میری جھولی میں ڈال جا میں تیرا فقیر ہوں۔

ایک اور حدیث پہلے بھی اس مضمون کی گزری ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تکالیف کے وقت اس کی دعاؤں کو قبول کرے تو اسے چاہئے کہ وہ فراخی اور آرام کے وقت بکثرت دعا کرتا رہے۔ (سنن ترمذی ابواب

الدعوات باب دعوة المسلم مستجابة)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا بڑا کریم اور سخی ہے۔ جب بندہ اس کے حضور اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔ اب اس میں اضطرار کی کیفیت کا بھی ایک مضمر مضمون ہے کہ ویسے ہی ہاتھ اٹھا دینا کوئی معنی نہیں رکھتا مگر اضطراری حالت میں جب ہاتھ اٹھایا جائے تو اس کی اور کیفیت ہے اس کو خدا پھر ردّ نہیں کرتا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور بہترین دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہے۔ (ترمذی. کتاب الدعوات. باب دعوة المسلم مستجابة)۔ ذکر میں سب سے بڑا ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہے۔ اب دیکھ لیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ذکر کو اتنی اہمیت دی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کہ جیسا کہ اس بے نفس بندے سے توقع کی جاسکتی تھی یہاں اپنی عبودیت تک ذکر نہیں کیا، اپنی رسالت کا کوئی ذکر نہیں کیا، صرف ایک اللہ، سارا مقصد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا خدا کے ذکر کو بلند کرنا تھا اور توحید کو بلند کرنا تھا۔

ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے یہ بخاری کتاب الدعوات سے لی گئی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کی خبر نہ دوں۔ میں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں یا رسول اللہ ضرور بتایئے۔ فرمایا لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یعنی ہر قسم کا خوف خدا کے خوف کے سوا اڑا دو، دور کر دو اور ہر وقت جو غیر اللہ کی قوت ہے اس کی طرف نظر رکھنا بند کر دو۔ ہر اچھی چیز خدا ہی سے ملے گی اور ہر خوف اس کے فضل سے ہی دور ہوگا۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آنحضرت ﷺ کے خادم تھے اور اہل الصفہ میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ رات کو میں آنحضرت ﷺ کی خدمت کے لئے آپ کے گھر سویا کرتا تھا۔ رات کو اٹھ کر آپ کے وضو کا پانی لاتا اور دوسرے کام کاج کرتا۔ ایک دن آپؐ نے فرمایا مجھ سے کچھ مانگنا ہے تو مانگ لو۔ میں نے کہا میں اس دعا کے لئے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ جنت میں بھی آپ کا ساتھ میسر ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کے علاوہ کچھ اور چاہئے۔ میں نے کہا بس یہی کافی ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا میں دعا کروں گا لیکن کثرت سجود و صلوٰۃ سے تم بھی اس بارہ میں میری مدد کرو۔ (مسلم باب فضل السجود والحث عليه)۔ یعنی صرف خالی محبت کا دعویٰ اور قرب کا دعویٰ کافی نہیں ہے خود بھی انسان دعائیں کرے اور کثرت کے ساتھ ایسی دعائیں کرے جس کے نتیجے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دعائیں ہم لوگوں کو لگ سکیں۔ یعنی دونوں طرف سے ہو۔ ایک بے قراری دعا کروانے والے کو لگی ہوئی ہو اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دعا اس پر رحمت بن کر نازل ہو رہی ہو۔

حضرت شَہر بن حَوشب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمیٰؓ سے پوچھا کہ اے ام المومنین آنحضرت ﷺ جب آپ کے یہاں ہوتے تھے تو زیادہ تر کون سی دعا کرتے تھے اس پر ام سلمہ نے بتایا کہ حضور علیہ السلام یہ دعا پڑھتے تھے یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِی عَلٰی دِیْنِكَ کہ اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے حضور سے اس دعا پر مداومت کی وجہ پوچھی کہ آپؐ کیوں ہمیشہ یہی دعا کرتے ہیں، آپ سے زیادہ کون دین پر قائم ہو سکتا ہے۔ فرمایا اے ام سلمہ! انسان کا دل خدا تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جس شخص کو ثابت قدم رکھنا چاہے اس کو ثابت قدم رکھے گا، جس کو ثابت قدم نہ رکھنا چاہے اس کے دل کو ٹیڑھا کر دے گا۔ (سنن ترمذی کتاب الدعوات)

تو یہ مراد نعوذ باللہ من ذٰلک تو ہو ہی نہیں سکتی کہ جب چاہے رسول اللہ ﷺ کے دل کو بے وجہ ٹیڑھا کر دے، بے وجہ سیدھا رکھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا دل تو ٹیڑھا بننے کے لئے بنایا ہی نہیں گیا تھا۔ مراد یہ ہے کہ حضور اکرمؐ کا یہ ایک انکسار ہے کہ میں بھی اپنے حال سے بے خبر ہوں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ میرے دل کا کیا حال ہے۔ پس میں بھی اسی سے دعا مانگتا ہوں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا یہ عالم تھا تو عام انسان کو پھر اپنے لئے دعاؤں کی طرف کتنا متوجہ ہونا چاہئے۔

اب ایک بہت ہی دلچسپ روایت اور بھی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک شخص کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ بیماری کی وجہ سے وہ سوکھ کر چوزے کی طرح ہو گیا ہے۔ سکڑ کر بالکل چھوٹا سا ہو کے رہ گیا ہے اس میں کوئی جان نہیں تھی کوئی دم خم نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تم دعا نہیں کرتے تھے۔ کیا تم خدا تعالیٰ سے عافیت طلب نہیں کیا کرتے تھے۔ وہ شخص کہنے لگا میں تو یہ دعا کرتا تھا کہ اے خدا تو میرے گناہوں کے بدلے جو سزا آخرت میں دے گا وہ اس دنیا میں ہی دے دے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے تعجب فرمایا۔ سبحان اللہ! تم نہ تو اس سزا کو برداشت کر سکتے ہو کہ آخرت کے بدلے میں یہیں دنیا میں سزا دے دے یہ تو ناقابل برداشت سزا ہو گی اور نہ اس کی استطاعت رکھتے ہو۔ تم نے یہ دعا کیوں نہ مانگی کہ اے ہمارے اللہ! ہمیں اس دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً۔ (ترمذی کتاب الدعوات)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آجاتا تو رسول اللہ ﷺ ساری رات کو زندہ رکھتے اور اپنے اہل و عیال کو بھی بیدار رکھتے اور خوب کوشش میں لگ جاتے اور عبادت الٰہی کے لئے اپنی کمر کس لیتے۔

(بخاری کتاب الصوم. باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان)۔

اس حدیث میں یہ شبہ جو ہوتا ہے ساری رات کو زندہ رکھنا اور ساری رات اپنے اہل و عیال کو جگائے رکھنا یہ ایک اشتباہ کی بات ہے جو وضاحت طلب ہے۔ آنحضرت ﷺ کی راتیں تو آپ کے اپنے ذاتی محبت الٰہی کی وجہ سے زندہ رہا کرتی تھیں اور یہ مطلب نہیں تھا کہ سوتے بھی نہیں تھے۔ سوتے تو تھے مگر راتیں پھر بھی زندہ رہتی تھیں۔ وہ اس لئے کہ جب کسی نے سوال کیا یا رسول اللہ آپ کو نیند نہیں آتی تو آپ نے فرمایا تَنَامُ عَیْنِی وَلَایَنَامُ قَلْبِی کہ میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔

تو جس حالت میں بھی آپ جو ذکر کرتے کرتے سو جاتے ہیں اکثر اسی کی خوابیں بھی آتی ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی راتیں اس یاد الٰہی کی وجہ سے زندہ رہتی تھیں ورنہ باقی ساری احادیث اس کے مخالف پڑیں گی کہ جہاں فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کہ رات کے آخر حصہ میں جاگیں۔ پھر ایک اور قرآن کریم میں یہ بھی نصیحت ہے کہ ساری رات نہیں کچھ حصہ رات کا جاگا کرو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم قرآن کریم کے خلاف کوئی بات نہیں فرمایا کرتے تھے۔ غور کر کے دیکھا جائے تو قرآن کریم ہی کی تعلیم کو آپ نے مختلف رنگ میں بیان فرمایا ہوا ہے۔ پس اپنے اہل و عیال کو جگایا کرو اور اپنی راتیں زندہ رکھا کرو مگر یہ مطلب نہیں کہ ساری رات نہ ان کو سونے دینا ہے نہ آپ سونا۔ وہ تو پھر تہجد ہی کیا ہوا جب بغیر نیند کے آدمی اٹھ کھڑا ہو اس کو تہجد نہیں کہا کرتے۔

اب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات میں سے ایک یاد و اقتباس آپ کے سامنے رکھتا ہوں کیونکہ حدیثوں کے ذکر میں چونکہ دوسری باتیں بھی ساتھ یاد آتی جا رہی تھیں اس لئے جتنا مواد تھا وہ آج کے خطبے سے زیادہ کا تھا دراصل اور اب چونکہ وقت ہو رہا ہے نماز بھی پڑھانی ہے اس پہ بھی وقت لگے گا اور عام طور پر دو بجے تک میں بس کر دیا کرتا ہوں اس لئے اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس تو میں بہر حال پڑھ کے سناتا ہوں اس کے بعد دیکھیں گے پھر آئندہ جو خطبات ہیں ان میں یہ اقتباسات آجائیں گے۔

اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو ان کو کہہ دے کہ میں نزدیک ہوں۔ یعنی جب وہ لوگ جو اللہ اور رسول پر ایمان لائے ہیں یہ پتہ پوچھنا چاہیں کہ خدا تعالیٰ ہم سے کیا عنایات رکھتا ہے جو ہم سے مخصوص ہوں اور غیروں میں نہ پائی جاویں تو ان کو کہہ دے کہ میں نزدیک ہوں یعنی تم میں اور تمہارے غیروں میں یہ فرق ہے کہ تم میرے مخصوص و قریب ہو اور دوسرے مہجور اور دور ہیں۔ جب کوئی دعا کرنے والوں میں سے جو تم میں سے دعا کرتے ہیں تو میں اس کا جواب دیتا ہوں یعنی میں اس کا ہمکلام ہو جاتا ہوں اور اس سے باتیں کرتا ہوں اور اس کی دعا کو پایۂ قبولیت میں جگہ دیتا ہوں۔ پس چاہئے کہ قبول کریں حکم میرے کو اور ایمان لاویں تا کہ بھلائی پاویں"۔ (جنگ مقدس، روحانی خزائن جلد ششم صفحہ ۱۴۶)

اس میں پہلے تفصیل سے میں بیان کر چکا ہوں کہ قبول کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف اللہ ہی قبول کرتا چلا جائے گا، بندہ بھی اپنے آپ کو حاضر رکھے۔ بندہ خدا کی بات مانے پھر خدا بھی اس کی سنے گا اور ایسے شخص کو اس میں شک نہیں کہ الہامات بھی ہوتے ہیں اور الہام نہ بھی ہو تو دل خدا تعالیٰ کی آماجگاہ بن جاتا ہے جو اصل مقصد ہے۔

آج کل جو کھانسی پھیلی ہوئی ہے اس سے تو خدا کے فضل سے کوئی خاص ہی بچ جائے تو بچ جائے۔ لیکن ہمارے جو مؤذن ہیں مبارک احمد صاحب وہ بھی آج بے چارے بیمار پڑ گئے۔ میں اس لئے ضمناً ذکر کر رہا ہوں کہ ان کے لئے بھی دعا کریں۔ آفتاب صاحب کی آواز ماشاء اللہ بڑی بلند ہے اور آج وہی کام آئے۔ وہ تو اگر لاؤڈ سپیکر نہ بھی ہو تو ان کی آواز لاؤڈ سپیکر کی طرح کام کرتی ہے اور ان کے قریب سے بھی نہیں گزری کھانسی۔ کچھ ان کے اندر جو نرخرے ہیں وہ بڑے مضبوط بنائے گئے ہیں اللہ کی طرف سے۔ بہر حال یہ تو ایک ضمنی بات تھی اب میں خطبہ ثانیہ پڑھ کے سناتا ہوں آپ کو اور اس کے بعد تکبیر ہو گی انشاء اللہ۔

۞۞۞۞۞۞

اللہ سے تقویٰ کی استطاعت مانگو۔ تقویٰ بڑھے گا تو مال خود بخود پھوٹ پھوٹ کر خدا کی راہ میں نکلیں گے۔

(ارشاد حضرت خلیفة المسیح الرابع ایده الله تعالی بنصره العزیز)

GUARANTED PRODUCT
NEVER BEFORE
THIS COMFORT THIS DURABILITY AND SOLIGHT
A TREAT FOR YOUR FEET
Sonikya
HAWAI
NEW INDIA RUBBER WORKS (P) Ltd
34,A DEBENDRA CHANDRA DEY ROAD CALCUTTA-15

لِقَاءِ مَعَ الْعَرَب

(۷ مارچ ۱۹۹۵ء)

(مرتبہ: صفدر حسین عباسی)

"لقاء مع العرب" مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ (MTA) انٹرنیشنل کے مقبول ترین پروگراموں میں سے ایک نہایت مفید، دلچسپ اور ہردلعزیز پروگرام ھے۔ اس میں سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عربوں کے سوالات کے جواب انگریزی زبان میں ارشاد فرماتے ھیں اور پھر ان کا عربی ترجمہ پیش کیا جاتاھے ۔ اردودان احباب کے استفادہ کے لئے "لقاء مع العرب" کے ان پروگرامز کا **خلاصہ ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر** پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رھا ھے۔ ان پروگراموں کی آڈیو، ویڈیو کیسٹس آپ اپنے ملک کے مرکزی مشن میں قائم شعبہ سمعی بصری سے یا شعبہ آڈیو/ ویڈیو مسجد فضل لندن یوکے سے بھی حاصل کر سکتے ھیں۔(ادارہ)

احمدیت کا تعارف اور مختصر تاریخ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مجلس میں رونق افروز ہوئے اور فرمایا: مجھے علم ہوا ہے کہ عرب جو یہ پروگرام دیکھتے ہیں وہ بالکل ابتداء سے احمدیت کی الف ب جاننا چاہتے ہیں۔ کہ احمدیت کیا ہے اور کیسے اس کا آغاز ہوا؟ شائد انہیں یہ معلوم نہیں کہ ہمارے مخالفین جسے قادیانیت کے نام سے پکارتے ہیں وہ احمدیت ہی ہے۔ ان عربوں نے احمدیت کے متعلق بہت سی باتیں کنفیوژ کرنے والی سنی ہونگی اس لئے آیئے ہم آج ان کے لئے احمدیت کا تعارف بالکل سادہ طریق پر پیش کرتے ہیں کہ احمدیت کیا ہے۔ اور قطع نظر اس کے کہ احمدیت پر کیا کیا الزام تراشیاں کی جاتی ہیں احمدیت کی مختصر تاریخ پیش کرتے ہیں۔ اس پس منظر کو سامنے رکھ کر میں حلمی صاحب سے کہوں گا کہ وہ احمدیت کے مختلف حصوں سے متعلق سوال پیش کریں۔

سوال: جماعت احمدیہ کے بانی کون ہیں؟ اور کن وجوہ کی بناپر اس جماعت کا قیام عمل میں لایا گیا؟

جواب: حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا: اس زمین پر کوئی انسان نہیں ہے جس نے فی الحقیقت احمدیت کی بنیاد رکھی ہو۔ کیونکہ احمدیت جس پر ہمارا ایمان ہے خدا تعالیٰ کی قائم کردہ ہے۔ جس طرح کہ اسلام کی بنیاد حضرت رسول کریم ﷺ نے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے رکھی ہے۔ احمدیت کی بنیاد اسلام سے باہر نہیں بلکہ اس کے اندر ہی اس کا قیام ہوا ہے۔

سب سے پہلے تو یہ کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ کیا ہوا یہ وعدہ پورا فرمایا جس کا ذکر قرآن کریم میں سورۃ الجمعہ میں یوں فرمایا:

"هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۔ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ "۔(سورۃ الجمعۃ:۳،۴)

اس کا مطلب یہ ہے کہ وعدہ کا دوسرا حصہ ایک ایسے زمانہ میں پورا ہوگا جو آنحضرت ﷺ کے وقت کے بہت بعد میں آنے والا ہے۔ جس بناپر اس کا آخرین منھم کے حوالہ سے ذکر کیا۔ یہ وہ وعدہ ہے جس میں احمدیت کی تصویر ابھرتی ہے۔ تمام قدیم مسلمان علماء اس وعدہ کے مختلف پہلوؤں پر بحث لایا کرتے تھے اور سب اس نکتہ پر متفق تھے کہ آخری زمانہ میں جو یقیناً آج کل کا زمانہ ہے خدا تعالیٰ "الإمام المهدی" کے نام سے ایک مصلح مبعوث فرمائے گا۔ نیز ایک اور مصلح کا بھی ذکر فرماتا ہے جو "المسیح" کے نام سے آئے گا۔ ہم ان دونوں "الإمام المهدی" اور "المسیح" کے بارہ میں گزشتہ مجالس سوال و جواب میں گفتگو کر چکے ہیں اس لئے اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ سوائے اس کے کہ آپ اس کی ضرورت محسوس کریں اور اس بارہ میں مجھ سے سوال کریں۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ جس احمدیت پر ہمارا ایمان ہے وہ اصل میں قرآن کریم میں مذکور وعدہ کے مطابق وہ لوگ ہیں جنہیں آخرین کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسے ماحول میں نشو ونما اور پرورش پائیں گے کہ ان کی صفات و مراتب ایمانی، صدق و راستی، تقویٰ و تزکیہ نفس، انہیں ان اولین کے دائرہ میں داخل کردیں گی جو آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے اور آپ کے انصار کہلائے۔ یہ پیشگوئی اس لحاظ سے بھی ان پر چسپاں ہوگی کہ انہیں ویسی ہی مشکلات و تکالیف اور ابتلاؤں کا سامنا کرنا پڑے گا اور جانوں کی قربانیاں پیش کرنی پڑیں گی جیسی کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے قربانیاں دیں۔

یہ میرا مختصر سا جواب ہے کہ **احمدیت جس پر ہمارا ایمان ھے خدا تعالیٰ کی قائم کردہ ھے**۔ لیکن عام طور پر لوگ خدا تعالیٰ کا نہیں بلکہ انسانوں میں سے بانیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اگر سائل نے اس نکتہ نظر سے جواب طلب کیا ہے تو میں اس لحاظ سے بھی اس سوال کا جواب دوں گا۔

جب یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اسلام کے بانی ہیں اور دوسروں کے متعلق بھی اس نسبت سے بات کی جاتی ہے کہ حضرت موسیٰ یہودیت کے بانی تھے اور فلاں نبی فلاں مذہب کا تو میرا خیال ہے یہ درست بیان نہیں ہے۔ تمام مذاہب خدا تعالیٰ کے ہاتھ کے قائم کردہ ہیں۔ ہاں البتہ انبیاء چونکہ خدا تعالیٰ کی نمائندگی میں آتے ہیں اس لئے ان کے ذریعہ ان مذاہب کی شناخت کی جاتی ہے۔ اس مفہوم میں اسلام کے دائرہ میں ہی احمدیت کی بنیاد حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے رکھی۔ جو پنجاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں قادیان میں ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ مغل خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو بیگ کہلاتا تھا۔ مغلوں میں بیگ کا لفظ عام مستعمل تھا لیکن حقیقت میں یہ وہ مغل نہیں تھے جو ہندوستان فتح کرنے آئے تھے۔ یہ خاندان فارس سے یہاں آکر آباد ہوا تھا اور کئی سو سال تک فارس میں آباد رہا۔ اور اس سے قبل ممکن ہے کسی اور علاقہ سے آئے ہوں مجھے اس کا علم نہیں لیکن فارس میں ایک طویل عرصہ رہنے کی وجہ سے فارسی کہلاتے تھے۔ مغل بادشاہ بابر کے دور حکومت میں یہ خاندان انڈیا آیا اور چونکہ یہ خاندان بھی مغل کہلاتا تھا اور اپنے علاقہ میں خاص عزت اور اثرورسوخ رکھتا تھا اس بناپر مغل بادشاہ کی طرف سے عزت افزائی کے طور پر اس خاندان کو ۷۰ دیہات ملکیت میں دیئے گئے جن پر یہ خاندان باقاعدہ حکومت کرتا تھا۔ گویا ایک چھوٹی سی ماتحت ریاست، ریاستی خود مختاری اصول کے تحت اس خاندان کو دی گئی تھی جہاں وہ اپنے اصول و قوانین نافذ کرتا تھا۔ سکھوں کے زمانہ تک یہ دیہات اس خاندان کے پاس رہے۔ بعد میں پنجاب میں بدنظمی اور طوائف الملوکی کے وقت سکھوں نے لڑائی کر کے ان دیہات پر قبضہ کر لیا اور اس خاندان کا اثرورسوخ جاتا رہا۔ پھر جب رنجیت سنگھ کو طاقت نصیب ہوئی تو ان دیہات میں سے چند دیہات غیر ریاستی حقوق کے ساتھ ہمارے خاندان کو واپس کئے گئے جو قادیان سمیت صرف چار گاؤں تھے اور یہ وہ وقت تھا جب انگریز آئے اور انہوں نے اپنے قوانین و اصول نافذ کئے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے۔ اس سے قبل انڈیا میں انگریز راج قائم ہو چکا تھا۔

حضور انور نے محترم حلمی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا، آپ چاہیں تو مجھ سے یہ سوال کر سکتے ہیں کہ کیوں اور کس اختیار کی بنا پر میں تحدی سے کہہ سکتا ہوں کہ قرآن کریم میں جو وعدہ ہے وَآخَرِينَ مِنْهُمْ کہ ان لوگوں کا اخلاقی، دینی اور روحانی معیار و مرتبہ اس درجہ بلند کیا جائے گا کہ وہ ان اوّلین میں شمار ہونگے جن کی اصلاح و تربیت آنحضرت ﷺ نے کی۔ یہ بہت بڑا دعویٰ ہے۔ ہو سکتا ہے اس تعلق میں بعض لوگ میرے ساتھ اتفاق نہ کریں۔

قرآن کریم نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ پر بات کی ہے۔ ان لوگوں کے بارہ میں جو آخرت میں آنے والے ہیں، مرنے کے بعد کی آخرت میں نہیں بلکہ اسی زمین پر بعد کے زمانہ میں اور ان میں سے بعض لوگوں کا درجہ خدا کی نظر میں ایسا بلند ہوگا کہ وہ ثُلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ۔ وَ ثُلَّةٌ مِنَ الْآخِرِينَ (الواقعہ:۴۰،۴۱) کہلائیں گے۔ ان میں سے ایک جماعت ثلّۃ ہوگی اور پھر ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ ثُلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَ قَلِيلٌ مِنَ الْآخِرِينَ (الواقعہ:۱۴) وہ سارے بالکل ایک دوسرے کے برابر نہیں ہونگے کیونکہ پہلی مرتبہ جب آنحضرت ﷺ خود تشریف لائے، آپ کا لوگوں کی اصلاح و تربیت و تقویٰ کے معیار کو بلند کرنا ایسا بے نظیر ولاثانی تھا کہ آپ کے بعد آپ کی ماتحتی میں خواہ کیسا ہی بلند مرتبہ نبی مبعوث ہو جاتا وہ اپنے ماننے والوں کو اس درجہ کمال تک نہیں پہنچا سکتا تھا۔

یہ بہت ہی خوبصورت آیت ہے جو آپ کی بعثت اولیٰ اور بعثت ثانیہ کے درمیان فرق اور موازنہ کو پیش کر رہی ہے۔ جب آپ پہلی مرتبہ ظاہر ہوئے تو آپ کے متبعین کا معیار روحانی بھی بہت بلند تھا اور تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ اس لئے جب بھی ان کا ذکر ہوا تو قرآن کریم نے فرمایا "ثُلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ"۔ "ثُلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ" کبھی ان کے لئے قَلِيلٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ نہیں فرمایا۔ لیکن جب آپ کی بعثت ثانیہ کا ذکر ہوا، بے شک کہ قرآن کریم فرماتا ہے "وَآخَرِينَ مِنْهُمْ" گویا کہ آپ دوبارہ تشریف لائیں گے۔ لیکن آیات قرآنی ہمیں یقینی خبر دے رہی ہیں کہ آپ بنفس نفیس اسی وجود کے ساتھ ظہور نہیں فرمائیں گے بلکہ آپ کی ہُو بہو اور کامل متابعت میں کوئی دوسرا وجود اپنی انتہائی کوشش فرمائے گا لیکن اس کے ماننے والوں کا اولین کے ساتھ مقابلہ نہیں ہو سکے گا۔ اُس کے ذریعہ آخرین کی پیشگوئی تو ضرور پوری ہوگی ایک قلیل تعداد اس کے ماننے والوں کی مرتبہ و مقام میں ضرور اولین کے مرتبہ تک پہنچے گی۔ بے شک کہ ان سب کا معیار ویسا اعلیٰ وارفع نہیں ہوگا۔ اس لئے دوسری جگہ ثُلَّةٌ مِنَ الْآخِرِينَ سے مراد اس وجود کے ماننے والوں کی کثرت تعداد مراد ہے جو روحانیت میں

ارشاد نبویؐ
خَيرُ الزّادِ التّقوىٰ
سب سے بہتر زاد راہ تقویٰ ہے
☆ منجانب ☆
رکن جماعت احمدیہ ممبئی

طالبانِ دعا:-
آٹو ٹریڈرز
Auto Traders
16 بینٹنک لین کلکتہ 700001
دکان-248-1652، 248-5222
رہائش-243-0794، 27-0471

درمیانہ درجہ کے حامل ہونگے۔ انہیں اولین جیسا اعلیٰ مقامِ روحانیت نصیب نہیں ہوگا۔ اس ایمانی، روحانی و اخلاقی معیار کو سامنے رکھ کر قرآن کریم فرماتا ہے "ثُلَّةٌ مِنَ الاَوَّلِینِ وَ ثُلَّةٌ مِنَ الآخِرِیْن" ایک کثیر تعداد پہلوں کی اور ایک کثیر تعداد بعد میں آنے والوں کی۔ لیکن جہاں اعلیٰ مرتبہ و مقام اور معیار روحانیت کی بات کرتا ہے تو فرماتا ہے "ثُلَّةٌ مِنَ الاَوَّلِین وقَلِیْلٌ مِّنَ الآخِرِین" بہت ہی خوبصورت بیان ہے۔

تاریخی نقطہ نگاہ سے اس پر غور کریں تو ایک دلچسپ امر سامنے آتا ہے وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ جو آپ کے ساتھ مدینہ میں اور اس سے پہلے مکہ میں رہے وہ یقیناً حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کے مقابلہ میں جو آپ کے ساتھ قادیان میں رہے تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ میں باقیوں کی بات نہیں کر رہا وہ جو آپؐ کے پاس آئے اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے اور آپؐ سے براہ راست فیضیاب ہوئے "المہدی" کے اصحاب کی نسبت تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ بے شک کہ اصحاب الیمین، وہ جنہوں نے باقی ساری دنیا میں فیض حاصل کیا وہ تو بہت بڑی ثُلَّةٌ ہے لیکن یہ سب تو بعد میں آئے۔

اللہ تعالیٰ خوش قسمت جنتیوں کے لئے جنت کی نعماء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے "لِاَصْحَابِ الْیَمِیْن" یہ جنت کی نعماء جن کا ابھی ہم نے ذکر کیا ہے اصحاب الیمین کے لئے ہونگی۔ ثُلَّةٌ مِنَ الاَوَّلِین وَ ثُلَّةٌ مِنَ الآخِرِین اولین کی جماعت اور آخرین کی جماعت کثرتِ تعداد میں ایک دوسرے سے مماثلت رکھیں گی۔ اصحاب الیمین، بہت عمدہ اور اعلیٰ قسم کی تعریف ہے لیکن اولین کی جماعت میں اَلْمُقَرَّبُوْن جیسی نہیں۔ اَلْمُقَرَّبُوْن والا گروپ درجہ میں بہر حال اونچا رہے گا۔ قرآن کریم درمیانی عرصہ کے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

﴿وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ. مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ. فِیْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِیْمٍ. وَّ ظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ. لَّابَارِدٍ وَّلَاکَرِیْمٍ. اِنَّهُمْ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِیْنَ. وَکَانُوْا یُصِرُّوْنَ عَلَی الْحِنْثِ الْعَظِیْمِ. وَکَانُوْا یَقُوْلُوْنَ اَئِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ. اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ﴾۔

(سورة الواقعہ: ۴۲ تا ۴۹)

اس کے جواب میں قرآن کریم فرماتا ہے کہ ابھی ہم نے اصحاب الیمین کا ذکر ختم نہیں کیا:

﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ. لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾۔

(سورة الواقعہ: ۵۰،۵۱)

یہ دونوں خوش قسمت جماعتیں اور گروہ ایک وقت میں جس کا علم خدا کو ہے جمع کی جائیں گی۔ کس طرح ان دونوں کو جمع کیا جائے گا؟ دو طریق پر۔ پہلے اس دنیا میں وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کے وقت۔ دوسرے آخرت میں موت کے بعد انہیں اکٹھا کیا جائے گا اور ان کے اعمال کی جزاء میں انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔ اور ان اولین و آخرین کے زمانوں کے درمیان ایک طویل ضلالت و گمراہی کا زمانہ ہے جس کے متعلق فرمایا:

"ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُکَذِّبُوْنَ. لَاٰکِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ"۔ (الواقعہ ۵۲،۵۳)

اے تکذیب و تکفیر سے کام لینے والو تمہیں ضرور سزا دی جائے گی۔ تکفیر و تکذیب میں جلد بازی سے کام نہ لو۔ پھر ان سے کہا جائے گا:

"فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ. فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ. فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ. هٰذَا نُزُلُهُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ"۔ (الواقعہ: ۵۴ تا ۵۷)

قیامت کے روز اس طریق پر ان کی مہمان نوازی ہوگی۔

☆......☆......☆

سوال: محترم حلمی شافعی صاحب نے درخواست کی کہ حضور! حضرت امام مہدیؑ اور مسیح موعودؑ کے تاریخی حالات و واقعات سے متعلق کچھ ارشاد فرماویں۔

جواب: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا: جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، امام مہدی و مسیح موعودؑ ۱۸۳۵ء میں قادیان میں پیدا ہوئے۔ وہ بہت مشکل اور بدامنی کے حالات تھے۔ مسلمانوں، سکھوں اور انگریزوں میں لڑائی اور فسادات کا زمانہ تھا۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب ابتداء ہی سے خدا تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے نیز مخلوق خدا اور انسانیت کی خدمت کے لئے ہمہ تن مصروف کار رہتے تھے۔ یہ حالات ہمیں صرف آپ کی یادداشتوں سے ہی معلوم نہیں ہوتے بلکہ ہندو اور غیر مسلم جو اس گاؤں میں رہتے تھے انہوں نے اس بات کی شہادت دی۔ ان میں سے بعض نے جنہوں نے لمبی عمر پائی میرے سامنے اس بات کی گواہی دی۔ قادیان کے ایک ہندو لیڈر لالہ ملاوامل اور اسی طرح اور بھی بہت سے ہندو اور سکھ بڑی گہری محبت و عقیدت سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ذکر کرتے تھے۔ ایسا کیوں تھا؟ اس لئے کہ بچپن سے ہی آپ نے اپنا آپ خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوق کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ خالق حقیقی سے ایسی محبت تھی کہ اس محبت میں دن رات قرآن کریم کے مطالعہ اور اس پر غور و فکر میں نہاں رہتے اور اپنا سارا وقت احادیث اور دوسرے اسلامی لٹریچر کے مطالعہ میں گزارتے۔ مسجد میں جاتے تھے تو باقی سب لوگ وہاں سے فارغ ہو کر چلے جاتے لیکن آپ وہیں نوافل کی ادائیگی اور خدا تعالیٰ کے ذکر اور عبادت میں مصروف رہتے۔ آپ کے متعلق یہ گواہی اس زمانہ میں قادیان میں رہنے والوں نے دی کہ اس طریق پر آپ نے اپنا بچپن گزارا۔

آپ کے والد صاحب کی آپ کے متعلق گواہی بعض سکھوں کی زبانی ملتی ہے جو ایک مرتبہ قادیان کے ایک دوسرے حصہ سے آپ کے والد صاحب کو ملنے کے لئے آئے۔ انہوں نے آپ کے والد صاحب سے استفسار کیا کہ جہاں تک ہمیں علم ہے آپ کا ایک اور بیٹا بھی ہے جسے ہم نے کبھی نہیں دیکھا لیکن ہمیں پتہ ہے کہ آپ کا ایک اور بیٹا بھی ہے۔ تو آپ کے والد صاحب نے انہیں جواب دیا کہ وہ "مسیتڑ" ہو گیا ہے۔ پنجابی میں "مسیتڑ" اسے کہتے ہیں جو مسجد ہی کا ہو کر رہ جائے اور وہاں سے نکلے ہی نہ۔ اس لئے تم جا کر دیکھو، مسجد کی کسی صف میں لپٹا پڑا ہوگا۔ کیونکہ حقیقت میں بعض دفعہ ایسا ہوا کہ جب آپ عبادت کرتے کرتے تھک جاتے اور ستانے کے لئے لیٹ جاتے، مسجد کا خادم آتا اور صفوں کو لپیٹ دیتا۔ ایک دفعہ واقعۃً ایسا ہوا کہ مسجد کے خادم نے صف میں آپ کو بھی ساتھ لپیٹ دیا۔ لیکن اس پر آپ نے کسی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد آرام سے اس لپٹی ہوئی صف میں سے باہر نکل آئے۔ میں آپ کو صرف ان کے فطرتی بچپن اور اس کے لوگوں پر اثر کے بارہ میں بتانا چاہتا ہوں۔

جہاں تک آپ کی انسانیت اور مخلوق خدا سے رشتہ محبت کا تعلق ہے اس کا اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ آپ بچپن میں ہمیشہ ہی اپنے ہم عمر غریب لڑکوں کے ساتھ اپنا کھانا بانٹ لیا کرتے تھے اور یہ آپ کی مستقل عادت تھی۔ آپ نے کبھی بھی اپنے افراد خاندان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں کھایا۔ ہمیشہ کہتے کہ میرا کھانا مجھے دے دیں میں باہر جا کر کھاؤں گا۔ باہر جا کر دوسرے غریب بچوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ وہ کھانا یقیناً شاہی خاندان کے معیار کے مطابق اچھا کھانا ہوتا تھا لیکن اپنے لئے بہت سستی چیز خریدتے۔ آدھے پیسہ سے بھنے ہوئے چنے خریدتے اور یہ اپنے لئے کافی سمجھتے تھے۔ سارا بچپن آپ نے اسی حالت میں گزارا۔

جب آپ بڑے ہوئے تو آپ کے والد صاحب نے اصرار کیا کہ جیسے بھی ہے اپنے لئے کوئی ملازمت ڈھونڈو کیونکہ اپنی اس جاگیر کو فائدہ پہنچانے کے لحاظ سے تم سب سے ناکارہ اور بے فائدہ فیملی ممبر ہو۔ میں تم سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ جبکہ دوسرے بچے باہر جاتے ہیں، تعلیم حاصل کرتے ہیں اور دوسرے کام کرتے ہیں لیکن تمہارا طریق زندگی ہمارے خاندانی دستور کے مطابق نہیں ہے۔ بیشک کہ ہم آج کل غریب ہو گئے ہیں لیکن ہمارا خاندان راج کرنے والا خاندان ہے۔

ان کے والد صاحب نے اصرار کیا اور کہا کہ میں سیالکوٹ میں تمہارے لئے ایک کورٹ میں ملازمت کا انتظام کرتا ہوں۔ کیونکہ ان کے والد کا وہاں اثر و رسوخ تھا۔ پہلے تو حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اصرار کیا کہ میں یہ نہیں کروں گا اور انکار کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ آپ نے مجھے ملازمت کے لئے کہا ہے جبکہ میں تو پہلے ہی خدا کی ملازمت اختیار کر چکا ہوں۔ آپ اور کیا ملازمت مجھ سے چاہتے ہیں۔ لیکن والد صاحب نے کہا کہ یہ میرا حکم ہے۔ تو آپ نے فرمایا اگر آپ کہتے ہیں کہ یہ آپ کا حکم ہے تو میرا خدا فرماتا ہے کہ والدین کی اطاعت کرو۔ اس لئے خدا تعالیٰ کے اس حکم کے تحت میں آپ کی بات ماننے کو تیار اور مجبور ہوں۔ اس طرح آپ نے چند سال سیالکوٹ ڈسٹرکٹ کورٹ میں

ESTD:1898
MFRS OF ARMY INDUSTRIAL AND CIVILIAN FANCY SHOES
M. MOOSA RAZA SAHIB & SONS
NO 6 ALBERT VICTOR ROAD FORT
BANGALORE - 560002 INDIA
☎: 6700558 FAX: 6705494

QURESHI ASSOCIATES
Manufacturer-Exporter-Importer of Leather, Silk & Cotton garments Leather Accessories, INDIAN Novelties & all kinds of Indian products.
Contact Person :- M. S. QURESHI (Prop)
Tel : 91-11-3282643 Fax : 91-11-3263992
Postal Address :- 4378/4B, Ansari Road
Daryaganj New Delhi-110002
(INDIA)

پتے کی پتھری
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
پتے کی پتھری بغیر اپریشن کے دس دن کے اندر دیسی دوائی سے نکل جاتی ہے
مزید معلومات کیلئے درج ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں۔
Phone No : 01872-71152
حکیم عبد الحمید ملکانہ محلّہ احمدیہ قادیان

کلرک کی حیثیت سے ملازمت کی۔ یہ معمولی سی ملازمت تھی لیکن وہاں سے ہمیں قادیان سے باہر آپ کی حیات طیبہ سے متعلق شہادتیں ملتی ہیں۔ وہ لوگ جو غیر احمدی تھے، جنہیں اپنے ضلع میں عزت کا مقام حاصل تھا وہ سب آپ کے تقویٰ و پاکیزگی اور تعلق باللہ سے حد درجہ متاثر تھے کہ ایک عام کلرک اور بظاہر معمولی نظر آنے والا انسان ہمیشہ ہی اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے عیسائیوں کے ساتھ بحث و مباحثہ میں مصروف رہتا۔ وہ عدالت ایک عیسائی عدالت تھی اور آپ اس کے ایک معمولی ملازم تھے۔ لیکن اس کے باوجود اسلام کی برتری ثابت کرنے کے لئے عیسائیوں سے بحث و مباحثہ، مسیحؑ کی طرف منسوب ان کے دعووں پر انہیں چیلنج کرنے میں اور قرآن کریم سے ان کے مذہب کے موازنہ میں اپنا سارا وقت صرف کرتے۔ اور ہر وقت یہ ثابت کرنے کے لئے تیار رہتے تھے کہ قرآن کے مقابل پر بائبل کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ وہ تو اب محض فرضی قصے کہانیوں کی ایک کتاب ہے اور میں یہ سب کچھ بدلائل ثابت کر سکتا ہوں۔

آپ کی ابتدائی زندگی کے دوسرے حصہ کا تعلق سیالکوٹ میں قیام سے ہے جس میں آپ کے ساتھ خدا تعالیٰ کا کلام کرنا، آپ کی نگہداری و محافظت کا ذکر ملتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی روایات ملتی ہیں۔ لیکن سیالکوٹ جہاں آپ نے ملازمت اختیار کی وہاں کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔

ایک دفعہ آپ دوسرے کئی ساتھیوں کے ہمراہ ایک کمرہ میں قیام پذیر تھے جو دوسری منزل پر تھا۔ رات کا وقت تھا، سب سوئے ہوئے تھے۔ آپ نے دوسروں کو بھی جگایا اور فرمایا کہ میں نے چھت کے شہتیر میں سے آواز سنی ہے گویا کہ وہ ٹوٹنے والا ہے اس لئے آؤ یہاں سے نکل چلیں۔ دوسروں نے کہا کہ چھوڑیں کیا بات کرتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہمیں آرام سے سونے دیں۔ لیکن آپ اکیلے وہاں سے نہیں نکلے۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے پھر اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ دیکھو یہاں رکنا خطرناک ہے آؤ باہر چلیں۔ لیکن انہوں نے انکار کیا۔ تیسری مرتبہ پھر آپ نے ان سے کہا کہ خدا کے واسطے کیوں خود اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالتے ہو میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ یہ چھت گرنے والی ہے۔ آپ اس وقت تک کمرہ میں ٹھہرے رہے جب تک کہ سب کمرے سے باہر نہیں نکل گئے۔ اور یہ ان لوگوں کی گواہی ہے جو خود وہاں موجود تھے۔ سب سے آخر میں آپ باہر نکلے اور آپ کا کمرے سے باہر نکلنا تھا کہ چھت اس زوردار دھماکے سے نیچے گری کہ نچلی منزل کی چھت بھی ٹوٹ گئی۔ اس وقت آپ بالکل نوعمر تھے۔

۱۸۷۶ء میں آپ کے والد صاحب کی وفات سے چند گھنٹے قبل آپ کو الہام ہوا۔ اس سے قبل سچے رؤیا و کشوف ہوتے تھے جو اپنے اپنے وقت پر پورے ہوتے رہے۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۰ سال تھی۔ آپ کو الہام ہوا کہ آپ کے والد جلد ہی وفات پانے والے ہیں۔ الہام ہوا "والسماء والطارق"۔ آپ کے والد ان دنوں بیمار تھے۔ جب آپ کو یہ الہام ہوا تو بہت پریشان ہوئے کیونکہ اس الہام سے پتہ چل گیا تھا کہ اس رات والد صاحب کی وفات ہونے والی ہے۔ پھر آپ کے دل میں خیال گزرا کہ میں نے کبھی بھی خاندانی جائیداد میں اپنے حصہ کی طرف توجہ نہیں کی۔ مجھے نہیں معلوم کہ کون کیا کرتا ہے۔ آمد خرچ کیا ہے اور میرا حصہ کتنا ہے وغیرہ وغیرہ۔ آپ نے سوچا کہ میرے والد اور والدہ جو کچھ بھی ازراہ ہمدردی مجھے دے دیا کرتے تھے روٹی کپڑا وغیرہ۔ بس یہی کچھ مجھے یاد ہے۔ اب والد صاحب کی وفات کے بعد ان ضروریات زندگی کا کیا بنے گا۔ اس خیال کا آنا تھا کہ بڑی عظمت اور جلال کے ساتھ دوسرا الہام نازل ہوا "اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ" کیا خدا اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں۔ اس الہام نے سر سے پاؤں تک آپ کو ہلا کر رکھ دیا۔ آپ خدا کے حضور گڑگڑائے، سجدہ ریز ہو کر معافی کے طلبگار ہوئے کہ اے خدا مجھے معاف فرمادے تو میرا سہارا ہے۔ تیرے ہوتے ہوئے مجھے کسی چیز کی کچھ پروا نہیں۔ کون مرتا ہے مجھے کوئی غم نہیں۔ آپ کو اس الہام پر ایسا یقین کامل تھا کہ آپ نے کسی شخص کو امرتسر بھجوایا جو قادیان سے ۱۶ میل کے فاصلے پر مغرب کی جانب ایک بڑا شہر تھا۔ اور کہا کہ وہاں جاکر کسی اچھے ماہر کی تلاش کر کے میرے لئے انگوٹھی تیار کراؤ جس پر "اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ" کندہ کیا گیا ہو تاکہ میں آئندہ کبھی بھی خدا تعالیٰ کے اس پیغام کو نہ بھولوں۔ اور یہ ہے وہ انگوٹھی (اس موقعہ پر حضور انور نے وہ انگوٹھی جو آپ نے دائیں ہاتھ کی انگشت مبارک میں پہنی ہوئی تھی۔ حاضرین مجلس کو دکھائی)۔ یہ میرے ہاتھ میں کیسے آئی یہ بھی دلچسپ کہانی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مختلف وقتوں میں کئی الہام ہوئے جن میں سے بعض الہامات کی آپ نے انگوٹھیاں تیار کروائیں۔ اس طرح کی آپ کے پاس چار انگوٹھیاں تھیں۔ وفات پر آپ نے اپنے پیچھے تین بیٹے چھوڑے۔ ان انگوٹھیوں میں سے ایک انگوٹھی میرے والد صاحب کے حصہ میں آئی اور دو انگوٹھیاں میرے چچاؤں کے حصہ میں۔ ممکن ہے اس بیان میں تھوڑی بہت کہیں غلطی ہو لیکن جہاں تک مجھے یاد ہے اسی طرح واقعہ ہوا لیکن سب سے اہم چیز جس پر سب کی نظریں تھیں وہ یہ انگوٹھی تھی جو میں نے پہنی ہوئی ہے۔ سب سے پہلی اور خاص انگوٹھی۔ بجائے اس کے کہ خاندان والے اس انگوٹھی کی خاطر جھگڑا کرتے کہ کون اس انگوٹھی کا حقدار ہے انہوں نے قرعہ اندازی کی اور قرعہ میرے والد صاحب کے حق میں نکلا۔ لیکن جب آپ فوت ہوئے تو آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ اس انگوٹھی کی اہمیت اس بات سے بہت بالا ہے کہ یہ ہمارے خاندان کی وراثت میں رہے۔ اس لئے آئندہ جو بھی خلیفہ مسند خلافت پر بیٹھے گا وہ اس انگوٹھی کو پہنے گا۔ اس طرح آپ کے بعد میرے بڑے بھائی حضرت مرزا ناصر احمد خلیفہ بنے تو ساری زندگی آپ نے اس انگوٹھی کو پہنا۔ آپ کو یہ انگوٹھی اس لئے نہیں دی گئی تھی کہ یہ خاندان کی ملکیت تھی بلکہ اس لئے کہ آپ خلیفہ بنے تھے۔ جب آپ فوت ہو گئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے میں خلیفہ بنا اور خلافت کی عظیم ذمہ داری مجھے سونپی گئی اس وقت سے یہ انگوٹھی میری انگلی میں ہے اور جب تک میں خلیفہ ہوں، یقیناً وفات تک، اس وقت تک یہ انگوٹھی میرے پاس رہے گی۔ یہ اس انگوٹھی کی کہانی اور پس منظر ہے جس پر اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کندہ ہے۔

کل ہم پھر اس موضوع پر بات کریں گے انشاءاللہ۔ یہ بہت وسیع دلچسپ اور اہم موضوع ہے لیکن میں یہاں مختصراً ایک بات بیان کرنا چاہتا ہوں جس کا تعلق حضرت مسیح موعودؑ کے اس دعویٰ سے ہے کہ انہیں خدا نے مقرر کیا ہے۔ آپ کے دشمن جو پاکستان، ہندوستان اور بعض عرب ممالک میں ہیں یہ الزام تراشی کرتے ہیں کہ آپ انگریز کا لگایا ہوا پودا ہیں۔ انگریز نے آپ کو اپنا ایجنٹ بنایا تھا۔

سیالکوٹ میں پہلی مرتبہ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ آپ کا جس رنگ میں رابطہ ہوا اس کا مختصر حال پہلے بیان کر چکا ہوں۔ جس وقت سیالکوٹ کی ضلعی عدالت میں آپ نے ملازمت اختیار کی اس وقت آپ کی عمر ۲۹ سال تھی۔ آپ ایک معمولی کلرک تھے۔ اس وقت کی برٹش گورنمنٹ کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ وہ کسی ۲۹ سالہ معمولی کلرک کو اپنی نمائندگی کے لئے مقرر کرے جو یہ دعویٰ کرے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ یہ تو ان مخالفین کی عقل و فراست کی انتہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ وہ موقع ہے جب مرزا غلام احمد کا برٹش گورنمنٹ کے ساتھ رابطہ ہوا تھا۔ لیکن یہ رابطہ کیسا تھا؟ وہ چھوٹے چھوٹے عیسائی پادری جو کچہری کے گرد چکر لگا کر عیسائیت کا پرچار کیا کرتے تھے آپ نے مسلمانوں کو ان پادریوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ان کا مقابلہ کیا اور آپ اس وقت مسلمانوں کی طرف سے چیمپئن تھے۔ اس طرح یہ لوگ آپ کو انگریزوں کا ایجنٹ بناتے ہیں۔

بشکریہ الفضل لندن

ہدیہ عقیدت بحضور اقدس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آپ کے عہد میں جیا ہوتا — کاش میں بھی بڑا ہوتا
زندگی کے ہر ایک۔ صفحے پر — آپ کے ہاتھ سے لکھا ہوتا
آپ کا قرب، آپ کا دیدار — مرے ہر زخم کی دوا ہوتا
دشت و گلزار میں قدم بہ قدم — آپ کے ساتھ چل رہا ہوتا
شب تیرہ میں روشنی کے لئے — آپ کی یاد کا دیا ہوتا
جب جدائی کی بات کرتے تو — میں سراپائے التجا ہوتا
ہجر میں آپ کا تخیل ہی — مری تخیل کی قبا ہوتا
پھول بن کر عدو کے کانٹوں پر — آپ کی راہ میں بچھا ہوتا
دشمن جاں کی سنگباری میں — آپ کے سامنے کھڑا ہوتا
تشنگی میں سمندروں کی طرح — آپ کی سمت میں بہا ہوتا
زور طوفاں سے آپ کی خاطر — میں اکیلا ہی لڑ گیا ہوتا
ساتھ ہوتا میں اپنے محسن کے — وقت جب بھی بہت کڑا ہوتا
گونجتا ہفت آسماں پہ اگر — ان کی دہلیز پر پڑا ہوتا

ایسا ہوتا کبھی اگر طاہر
سوچتا ہوں میں کیا سے کیا ہوتا

(طاہر عدیم جرمنی)

تبلیغ دین و نشر و اشاعت کے کام پر ☆ مائل رہے تمہاری طبیعت خدا کرے

JANIC EXIMP

Manufacturers & Exporters of All kinds of Fashion Leather Products & General order Suppliers & Importers.

Off : 16D, Topsia 2nd Lane
Mullapara, Near Star Club
Calcutta - 700039

Ph. 3440150
Tle. Fax : 3440150
Pager No.: 9610 - 606266

نیکیوں کی ماں اخلاق

......مکرم سید قیام الدین صاحب برق مبلغ سلسلہ بنارس......

ہر شخص مذہب کی اس تعلیم کو مانتا ہے کہ انسان کے اخلاق اچھے ہونے چاہئیں اور ہر مذہب اپنے پیرؤں کو تعلیم دیتا ہے کہ سچ بولیں۔ کسی کا حق نہ ماریں۔ قتل و غارت نہ کریں وغیرہ۔ لیکن نہ تو کسی نے فلسفہ اخلاق پر بحث کی ہے نہ اخلاق کے درجے مقرر کئے ہیں اور نہ اخلاق کی تربیت اور ترقی کا طریق سکھایا ہے بلکہ یہ خصوصیت صرف اسلام کو حاصل ہے کہ اسلام نے ان امور کی طرف توجہ کی ہے اور اخلاقی تربیت اور ترقی کی راہیں بتا کر اس کو سہل الحصول کر دیا ہے۔ ان امور پر مفصل بحث حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تصنیف "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں کی گئی ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی کتاب احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں بھی ان امور کی وضاحت کی گئی ہے یہ دونوں کتابیں گہرے مطالعہ اور توجہ کے لائق ہیں۔

چنانچہ فلسفہ اخلاق سے متعلق ایک مایۂ ناز ہستی کے قلم سے نکلے ہوا نہایت گرانقدر اقتباس پیش ہے:

"اچھے اور برے عمل کی کیا تعریف ہے؟ اس ضمن میں جاننا چاہئے کہ اسلام نے خیال کو بھی عمل میں شامل کیا ہے اور خیالات اور ظاہری اعمال دونوں کی اصلاح کی تعلیم دی ہے۔ کیونکہ خیال دراصل منبع ہے عمل کا۔ لیکن فی الحال ظاہری اعمال کو ہی مد نظر رکھتے ہوئے پہلی بات جو تمہیں ذہن نشین کرنی چاہئے وہ یہ ہے کہ کوئی فعل محض بحیثیت ایک فعل کے اچھا یا برا نہیں بلکہ فاعل کی نیت اور فعل کے محل کے لحاظ سے وہ اچھا یا برا ہو جاتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ تمام اعمال ہر چند بالا رادہ حرکات کی صورت میں انسان سے صادر ہوتے ہیں اور یہ حرکات اپنے اندر نہ بری ہیں اور نہ اچھی ہیں ان کا برا یا اچھا ہونا حرکات کے کرنے والے کی نیت اور ان حرکات کے محل پر موقوف ہے اور اس نیت اور محل کے لحاظ سے ہر انسانی فعل یا تو تقوی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور یا ظلم کا۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما الاعمال با النیات۔ یعنی اعمال کی خیر یا شر عامل کی نیت پر منحصر ہے۔ اس طرح تقویٰ اور ظلم کی تعریف یہ ہے کہ ہر فعل جو نیک نیت کے ساتھ اپنے محل اور دائرہ کے اندر کیا جائے وہ تقوی ہے اور ہر فعل جو اپنے غیر محل پر یا نیت فاسد سے کیا جائے وہ ظلم ہے۔ مثلاً ایک انسان ایک دوسرے انسان کو مار ڈالتا ہے۔ محض قتل اپنے اندر نہ اچھا ہے نہ برا۔ نیت اور محل اس کو برا یا اچھا بنا دیتے ہیں۔ ایک شخص دیکھتا ہے کہ ایک دوسرا شخص ایک باعصمت عورت پر اس کی عصمت دری کی نیت سے حملہ آور ہو رہا ہے اور اس کمزور عورت کو اس وحشی انسان کے حملہ سے بچانے کا اور کوئی طریق نہیں سوائے اس کے کہ اس پر فوراً حملہ کر دیا جائے۔ اور یہ اس پر حملہ کر دیتا ہے۔ اور وہ شخص اس کا مقابلہ کرتا ہے۔ لیکن مقابلہ میں اپنی جان کھو دیتا ہے اب اگرچہ یہ فعل ایک انسان کی جان لینے کا ہے لیکن بوجہ اس نیت کے جس سے یہ کیا گیا اور اس محل کے جس پر یہ صادر ہوا یہ ایک اچھا فعل ہے۔ اسی طرح ایک سپاہی جب جنگ میں لڑتا ہے اور دشمن کے سپاہیوں کو قتل کرتا ہے تو اس کا فعل مستحسن ہے ایک ڈاکٹر ایک مریض کا نیک نیتی سے اپریشن کرتا ہے اور ہر ممکن کوشش اس کے بچانے کی کرتا ہے لیکن باوجود اس کوشش کے وہ مریض مر جاتا ہے لیکن ڈاکٹر کا فعل قابل تحسین ہے۔ لیکن فرض کرو وہ ڈاکٹر اپنے علم اور تجربہ کے لحاظ سے جانتا ہے کہ مریض کی حالت ایسی ہے یا مرض کی نوعیت ایسی ہے کہ اس حالت میں اپریشن کرنا مریض کو نقصان پہنچانے کا موجب ہوگا اور اس کی صحت پر مضر اثر ڈالے گا اور ممکن ہے کہ مریض اس کے نتیجہ میں جانبر نہ ہو سکے لیکن پھر بھی وہ اپریشن کرتا ہے اور اس کی نیت مریض کو فائدہ پہنچانا نہیں بلکہ نقصان پہنچانا ہے۔ اور اپریشن کے نتیجہ میں مریض مر جاتا ہے یا باوجود اپریشن کے صحت یاب ہو جاتا ہے دونوں صورتوں میں ڈاکٹر کا فعل ظالمانہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب...

(بحوالہ کتاب "ایک عزیز کے نام خط" از قلم جناب چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب بالقابہ صفحہ:۱۱۷تا۱۱۹ایڈیشن اول)

اگر مذکور الذکر طرز پر ہر شخص اپنی اخلاقی حالات کی اصلاح کرے یا توجہ کرے اور نیت صاف ہو تو اعمال کا تمام معیار ہی بدل جاتا ہے اور انسانی زندگی بالکل امن اور راستی کی زندگی بن جاتی ہے۔ سلطان القلم حضرت امام مہدی علیہ السلام نے اپنی تحریرات میں جہاں پر انسان کی اخلاقی حالتوں پر عارفانہ بحث فرمائی ہے وہاں پر ایک نہایت دقیق نکتہ معرفت یہ بھی بیان فرمایا ہے:

"اخلاق دو قسم کے ہیں۔ اول وہ اخلاق جن کے ذریعہ سے انسان ترک شر پر قادر ہوتا ہے دوسرے وہ اخلاق جن کے ذریعہ سے انسان ایصال خیر پر قادر ہوتا ہے۔ اور ترک شر کے مفہوم میں وہ اخلاق داخل ہیں جن کے ذریعہ سے انسان کوشش کرتا ہے کہ تا اپنی زبان یا اپنے ہاتھ یا اپنی آنکھ یا اپنے کسی اور عضو سے دوسرے کے مال یا عزت یا جان کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ یا نقصان رسانی اور کسر شان کا ارادہ نہ کر سکے۔ اور ایصال خیر کے مفہوم میں تمام وہ اخلاق داخل ہیں جن کے ذریعہ سے انسان کوشش کرتا ہے کہ اپنی زبان یا اپنے ہاتھ یا اپنے علم یا کسی اور ذریعہ سے دوسرے کے مال یا عزت کو فائدہ پہنچا سکے۔ یا اس کے جلال یا عزت ظاہر کرنے کا ارادہ کر سکے۔ یا اگر کسی نے اس پر کوئی ظلم کیا تھا تو جس سزا کا وہ ظالم مستحق تھا اس سے درگزر کر سکے۔ اور اس طرح اس کو دُکھ اور عذاب بدنی اور تاوان مالی سے محفوظ رہنے کا فائدہ پہنچا سکے۔ یا اس کو ایسی سزا دے سکے جو حقیقت میں اس کے لئے سراسر رحمت ہے۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ:۴۲تا۴۳)

اسی طرح پانچویں صدی کے مجدد حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مثال دیتے ہوئے اخلاقی اُمور پر لطیف روشنی ڈالتے ہوئے ایک مقام پر فرماتے ہیں: "جو شخص دس بیماریوں میں گرفتار ہو وہ تندرست اس وقت کہا جا سکتا ہے جبکہ اس کی دسوں بیماریاں جاتی رہیں جس طرح کوئی خوبصورت آدمی حسین اسی وقت کہلا سکتا ہے جبکہ ہاتھ پاؤں، آنکھ، کان غرض سارے اعضاء مناسب اور خوبصورت ہوں اسی طرح انسان کو حسن خلق اسی وقت حاصل ہوگا جب کہ اس کی تمام باطنی حالتیں قابل تعریف اور پسندیدہ ہوں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان وہی ہے جس کا خلق کامل ہو اور مومنین میں افضل وہی ہے جس کا خلق سب سے بہتر ہو بس اسی اصل کا نام دین ہے اور اسی کی تکمیل کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔" (بحوالہ: "تبلیغ دین نکمی" مصنفہ حجۃ الاسلام امام غزائی ترجمہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی ناشر مکتبہ تھانوی دیوبند صفحہ:۱۸۳تا۱۸۴)

بسا اوقات یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ بشری تقاضہ کے تحت عمدہ اخلاق یا اعلیٰ اخلاق کی ذوقی طور پر تعریف بیان کر دی جاتی ہے جس کو بعض تو قبول کر لیتے ہیں اور بعض اختلاف کرتے ہیں اس سلسلہ میں حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحبؓ کی ایک نہایت قیمتی لطیف تعریف بھی ملاحظہ ہو آپ فرماتے ہیں:

"بدیوں کا ترک کرنا گو اخلاقی اصلاح اور ترقی کے لئے ایک ضروری اور لازم مرحلہ ہے۔ لیکن اگر انسان تمام بدیوں کو ترک کر دے تو بھی وہ ایک اعلیٰ اخلاق کا انسان نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ اعلیٰ اخلاق سے مراد یہ ہے کہ وہ نیک اخلاق کو بھی حاصل کرے۔ کوئی انسان محض اس بات پر مطمئن نہیں ہو سکتا کہ وہ چوری نہیں کرتا۔ قتل نہیں کرتا۔ زنا نہیں کرتا۔ مکر اور فریب سے لوگوں کا مال نہیں لوٹتا۔ بے حیائی کا مرتکب نہیں ہوتا۔ گندے خیالات اور منصوبوں اور ارادوں کو اپنے دماغ میں جگہ نہیں دیتا۔ اس سے اس کو اتنا اطمینان تو ہو سکتا ہے کہ اس نے برائی سے چھٹکارا حاصل کر لیا ہے لیکن یہ اطمینان اس کو نہیں ہو سکتا کہ اس نے کوئی نیکی حاصل کر لی ہے یا بلند اخلاق کو حاصل کر لیا ہے۔ ابھی گویا اس نے اخلاقی اصلاح اور ترقی کی صرف ایک منزل طے کی ہے اور دوسری اور زیادہ اہم منزل طے کرنی ابھی اس کے لئے باقی ہے۔ اور وہ کسب خیر کی منزل ہے۔" (ایک عزیز کے نام خط" صفحہ:۱۲۷)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "ایک نیکی کرنے سے دوسری نیکی پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی طرح پر ایک بدی دوسری بدی کا موجب ہو جاتی ہے جیسے ایک چیز دوسرے کو جذب کرتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ نے یہ تجاذب کا مسئلہ ہر فعل میں رکھا ہوا ہے۔ پس جب سائل سے نرمی کے ساتھ پیش آئے گا اور اس طرح پر اخلاقی صدقہ دے دیگا۔ تو قبض دور ہو کر دوسری نیکی بھی کر لیگا۔ اور اس کو کچھ دے بھی دیگا۔ اخلاق دوسری نیکیوں کی کلید ہے۔ جو لوگ اخلاق کی اصلاح نہیں کرتے وہ رفتہ رفتہ بے خبر ہو جاتے ہیں۔ میرا تو یہ مذہب ہے کہ دنیا میں ہر ایک چیز کام آتی ہے۔ زہر اور نجاست بھی کام آتی ہے اسٹر کنیا بھی کام آتا ہے اعصاب پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔ مگر انسان جو اخلاق فاضلہ کو حاصل کر کے نفع رساں ہستی نہیں بنتا ایسا ہو جاتا ہے کہ وہ کسی کام بھی نہیں آسکتا۔ مردار حیوان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی تو کھال اور ہڈیاں بھی کام آجاتی ہیں۔ اس کی تو کھال بھی کام نہیں آتی اور یہی وہ مقام ہوتا ہے جہاں انسان بل هم اضل کا مصداق ہو جاتا ہے۔ پس یاد رکھو کہ اخلاق کی درستی بہت ضروری چیز ہے کیونکہ

نیکیوں کی ماں اخلاق ہی ہے...

غرض اخلاقی خوبصورتی ایک ایسی خوبصورتی ہے جس کو حقیقی خوبصورتی کہنا چاہئے بہت تھوڑے ہیں جو اس کو پہچانتے ہیں۔ اخلاق نیکیوں کی کلید ہے جیسے باغ کے دروازہ پر قفل ہو دور سے پھل پھول نظر آتے ہیں مگر اندر نہیں جا سکتے لیکن اگر قفل کھول دیا جائے تو اندر جا کر پوری حقیقت معلوم ہوتی ہے اور دل و دماغ میں ایک سرور اور تازگی آتی ہے۔ اخلاق کا حاصل کرنا گویا اس قفل کو کھول کے اندر داخل ہونا ہے۔

کسی کو اخلاق کی کوئی قوت نہیں دی گئی۔ مگر اس کو بہت سی نیکیوں کی توفیق ملی ہو یہ امر ثبوت طلب ہے"۔

(بحوالہ کتاب ملفوظات احمد یعنی ڈائری حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۸۹۷ء سے ۱۹۰۱ء تک صفحہ:۹۸تا۹۹ سن ۱۵ دسمبر ۱۹۲۵ء)

☆ ☆ ☆ ☆

انصار اللہ کی ذمہ داریاں

محمد فیروز الدین انور کلکتہ

اللہ تعالیٰ کا یہ سراسر فضل واحسان ہے کہ اس نے ہمیں اس زمانے کے مامور کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق بخشی اور پھر خدمت دین بجا لانے کے مواقع بھی عطا فرمائے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے اوقات اور اپنے اموال دین کیلئے خرچ کریں۔ اور اپنی اولاد کو ایسی تربیت دیں کہ وہ ہمارے بعد ہم سے بہتر رنگ میں سلسلہ کے کاموں کو سنبھال سکیں۔ ہم اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اپنی ہمتوں کو بلند کرتے ہوئے اپنی کوششوں کو تیز سے تیز تر کریں۔

یہ غلبۂ اسلام کی صدی ہے: ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمیں بار بار توجہ دلا رہے ہیں کہ اس صدی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم ساری دنیا میں پھیلانی ہے۔ اس لئے ہمارا اوّلین فرض ہے کہ ہم نہ صرف خود اسلام کی تعلیم پر پورا پورا عمل کریں بلکہ اپنی اولادوں اور نسلوں کی تربیت قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آپ کے پاک نمونہ کے مطابق کریں تاکہ وہ بھی اپنی جانی و مالی قربانیوں کے ذریعہ سے اسلام اور احمدیت کو دنیا میں پھیلانے کی کوشش جاری رکھیں اس طرح وہ بھی خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کو حاصل کر سکیں۔

مسیح موعودؑ کے وقت عمریں بڑھادی جائینگی

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ: اس کے معنے مجھے یہی سمجھائے گئے ہیں کہ جو لوگ دین کی خدمت کریں گے ان کی عمریں بڑھادی جائیں گی۔ جو دین کی خدمت نہیں کرتا۔ اس کی مثال بڈھے بیل کی طرح ہے کہ مالک جب چاہے اسے ذبح کرڈالے۔ اور جو سچے دل سے دین کی خدمت کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کا عزیز ٹھہرتا ہے۔ اور اس کی جان لینے میں مالک کو خود تردد ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا وَاَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے درازیٔ عمر کا وعدہ فرمایا ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ اس کی یہی صورت ہے کہ لوگوں کو خدا تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے اور اس کی توحید پر قائم ہونے کی ہدایت کرتا رہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ۔

ہم انصار کو جماعت کے نوجوانوں کیلئے نمونہ بننا ہوگا

انصار کو چاہئے کہ جو عہد انہوں نے کیا ہے اس عہد کے الفاظ ہمیشہ ذہن میں حاضر رکھیں اور ان ذمہ داریوں کا احساس اپنے دلوں میں تازہ اور زندہ رکھیں جو وہ ہر اجتماع اور دینی اجلاسات میں دہراتے رہتے ہیں۔

یہ جو عہد خدا اور رسول کی شہادت اور گواہی کے ساتھ کیا جاتا ہے نہائت اہم ہے اور اس پر پابندی بہت ضروری ہے۔ خدا نہ کرے کہ ہم اسے نبھانے میں ناکام رہیں اور یہ ذمہ داری کسی اور قوم کے ذریعہ پوری ہو۔

انصار اللہ کے عہد کے الفاظ

ہم میں سے ہر انصار اپنی زبان سے درج ذیل پانچ باتوں پر کاربند رہنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا عہد کرتا ہے آیئے ہم اپنے اس عہد کے الفاظ پر غور کرتے ہیں۔

اوّل: جس کا ہم اقرار کرتے ہیں یہ ہے کہ ہم اسلام اور احمدیت کی مضبوطی کیلئے انشاء اللہ آخر دم تک کوشش کرتے رہیں گے۔

دوم: کہ اسلام اور احمدیت کی اشاعت کیلئے انشاء اللہ آخر دم تک کوشش کرتے رہیں گے۔

سوم: کہ ہم نظام خلافت کی حفاظت کیلئے انشاء اللہ آخر دم تک کوشش کرتے رہینگے۔

چہارم: کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی کیلئے اور اس کی اشاعت کیلئے اور نظام خلافت کی حفاظت کیلئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کیلئے ہمیشہ تیار رہیں گے۔

پنجم: پانچویں بات جس کا ہم اقرار کرتے ہیں یہ ہے کہ ہم اپنی اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے رہینگے۔

ان ہی پانچ باتوں کا اقرار اور ان پر عمل اور ان پر پابندی ہم سب انصار اللہ کی ذمہ داریاں اور اہم فریضہ ہے... غرض ہم نے پہلا عہد یہ کیا ہے کہ ہم اسلام اور احمدیت کی مضبوطی کیلئے آخر دم تک انشاء اللہ کوشش کرتے رہیں گے۔ تو کیا احمدیت اسلام سے الگ کوئی چیز ہے؟

احمدیت ہی دراصل حقیقی اسلام ہے

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی تمام تعلیمات پر خود عمل کرکے اپنی زندگی کے مختلف حالات میں جو نمونہ اپنے صحابہ کرام کے سامنے رکھا تھا۔ وہی زندگی کا نمونہ اسلام ہے۔ جس کو قرآن کریم نے مومنوں کیلئے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ لیکن جب امّت محمدیہ بہتر فرقوں میں بٹ گئی اور باہم بے پناہ اختلافات پیدا ہوگئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اس گمراہی کے زمانے میں اختلافات کو دور کرنے کیلئے حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسیح موعود اور مہدیٔ معہود بنا کر حکم وعدل کے طور پر مبعوث فرمایا ہے۔ آپؑ نے اپنے خداداد علم وہدایت کی روشنی میں تمام اختلافات کا تصفیہ فرما دیا اور اسلام کے گرد آلود چہرے کو نہایت صاف و شفاف کرکے دکھلایا اور دوسرے فرقوں سے امتیاز کی خاطر اپنی جماعت کا نام جماعت احمدیہ رکھا۔

پس احمدیت دراصل حقیقی اسلام کا ہی دوسرا نام ہے۔

اسلام اور احمدیت کی مضبوطی کیسے ہو؟

اسلام اور احمدیت کی مضبوطی دراصل اسلامی تعلیم پر صحیح صحیح عمل پیرا ہو کر ہی کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اسلامی تعلیم پر کماحقہٗ عمل پیرا ہونا اسلام سے محبت کی دلیل ہے۔ اور اسلام سے محبت اور والہانہ عشق ہی اسلام اور احمدیت کی مضبوطی کا باعث ہوگی۔

پس اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اپنے دلوں میں کتاب اللہ سے ہی اور اس کے مطالعہ سے ہی پیدا ہو سکتی ہے۔

کتاب اللہ کو چھوڑ کر دوسری کسی کتاب یا کسی اور ذریعہ سے اسلام اور احمدیت کی مضبوطی دلوں میں پیدا نہیں ہوسکتی۔ البتہ کتاب اللہ کے ساتھ احادیث کا مطالعہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء عظام اور علماء کرام کی کتب کا مطالعہ بھی کتاب اللہ کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔ چونکہ کتاب اللہ ہی ہمارے ایمان کی بنیاد ہے۔ اور یاد رکھیں کہ صرف سنی سنائی باتوں سے ہمارے ایمانوں اور عملوں میں مضبوطی پیدا نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ یہ ہمارا اور آپ سب کا کھلا کھلا مشاہدہ اور تجربہ ہے اور جو عمارت بے بنیاد صرف سطح زمین پر کھڑی کردی جاتی ہے۔ وہ عمارت کچی ہوا کرتی ہے۔ کبھی بھی گر سکتی ہے۔

بالکل اسی طرح اسلام اور احمدیت کی بنیاد ہی قرآن کریم اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اگر ہم اسلام کی بنیاد، قرآن کریم ہی نہ جانتے ہوں۔ تو پھر اسلام اور احمدیت کی کون سی پختہ بنیاد ہمارے پاس ہوگی۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو بار بار اسی کی طرف توجہ دلائی ہے اور فرماتے ہیں۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

پھر فرمایا: جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر بھی عزت پائیں گے۔

ہمارا دوسرا عہد ہے کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت کیلئے انشاء اللہ آخر دم تک کوشش کریں گے۔

اس عہد میں اشاعت دین کی عالمگیر مہم میں اپنی ساری کی ساری صلاحیتوں کے ساتھ شامل ہونے کی طرف اشارہ ہے یعنی اشاعت اسلام کے کاموں میں اپنے اوقات بھی اموال بھی، آرام بھی، جانیں بھی اور اولاد بھی لگادینا مراد ہے۔

اسلامی تعلیمات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اشاعت دین کا کام ان چار ستونوں پر ہی کھڑا ہو سکتا ہے۔

۱- تبلیغ ۲- تعلیم ۳- تنظیم ۴- تربیت

۱- تبلیغ: تبلیغ یہی ہے کہ جو کچھ ہم نے اسلام اور احمدیت کی صداقت کو جانا پہچانا ہے اس کی ہی اشاعت اور اس کی ہی تبلیغ سب سے پہلے اپنے عزیز واقارب اور رشتہ داروں میں کرتے رہنا۔ اور پھر اس کے بعد غیر رشتہ دار دوستوں اور دیگر عوام میں بطریق گفتگو تذکرہ کرتے رہنا چاہئے۔

۲- تعلیم وتربیت: اس سے مراد اپنی اور ذیلی تنظیمات - خدام - اطفال - اور ناصرات ولجنہ کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرانا کرنا۔ ضروری ہے۔ ورنہ اگر ہماری نسل ہماری اولاد بے دین۔ بے ادب اور بے علم وبے تربیت ہو تو نہ وہ خدا کو پہچان سکتی ہے۔ اور نہ والدین کا احسان ادا کر سکتی ہے۔ اور نہ بزرگوں کا احترام کرتی ہے۔ بلکہ ابن الوقت بن کر عیش وآرام اور بے دینی کی طرز زندگی میں محو ہو کر سلسلہ اور قوم وخاندان کی بدنامی کا باعث ہو جاتی ہے۔

۳- تنظیم: اس سے مراد یہ کہ افراد جماعت میں باہمی محبت واخوت کو مضبوط کرنے کیلئے ان کی مشکلات ومطالبات وضروریات سننے اور سمجھنے اور ان کو حل کرنے کی طرف توجہ دینا بھی بہت ضروری ہے مثلاً بچوں کی تعلیم وتربیت کا انتظام نوجوانوں کو روزگار اور کاروبار کے مشورے اور لڑکیوں کے رشتے ناطوں کا اہتمام ہم انصاروں پر ہی عائد ہوتا ہے۔

۴- مالی قربانی: اشاعت اسلام کے اہم ارکان تبلیغ، تعلیم وتربیت اور تنظیم ہیں۔ ان سب کیلئے بھاری اخراجات کی ضرورت ہے۔ اور یہ ضرورت موجودہ دور میں جبکہ صداقت کے مقابلہ میں باطل کی طاقتیں بے انتہا ساز وسامان اور ان گنت مال وزر سے آراستہ ہیں۔ بہت اہمیت اختیار کر گئی ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنے کیلئے ہم کو بھی پوری پوری قوت ایمانی کے ساتھ ہر وقت تیار رہنا ہے۔

اس وقت جماعت پر بہت ساری ذمہ داریوں کا بوجھ ہے۔ جن میں اوّل نمبر اسلام کی خدمت اور اشاعت کیلئے نئے نئے اخراجات در پیش ہیں۔ جس تیز رفتاری سے جماعت احمدیہ اکناف عالم میں پھیل رہی ہے۔ اس رفتار سے ہم کو بھی مالی قربانیوں میں بڑھتے رہنا ہے۔ پس ایسے نازک دور میں ہم انصار اللہ کا فرض ہے کہ پہلے خود اپنے اپنے وعدہ جات کی سو فیصد ادائیگی کرتے ہوئے افراد جماعت میں مالی قربانیوں کے فوائد وبرکات سنائیں اور انفاق فی سبیل اللہ کے الٰہی وعدہ کا بار بار تذکرہ کرتے رہیں۔ اور جماعتی افراد کو اپنی اپنی صحیح آمد پر لازمی چندہ جات باشرح ادائیگی کی طرف توجہ دلاتے رہیں۔ اور یہ کوشش کرتے رہیں کہ جماعت میں کوئی ایک فرد بھی نادہندہ نہ رہنے پائے۔ آج مال کی محبت میں ہی انسان خدا سے اور اس کی نعمتوں سے غیر محسوس طور پر محروم ہو رہا ہے۔ آج کے زمانہ کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ بابرکت اور مقبول عبادت انفاق فی سبیل اللہ اور مالی قربانی ہی ہے۔

ہمارا تیسرا عہد ہے کہ ہم نظام خلافت کی

حفاظت کیلئے انشاء اللہ آخر دم تک کوشش کرتے رہیں گے۔

ہم سب انصار اللہ کیلئے یہ عہد انتہائی غور و خوض کا متقاضی ہے۔ چونکہ نظام خلافت کی بے قدری اور بغاوت کر کے مسلمانوں نے جو غلطی کی تھی اس کا نتیجہ قوم کے سامنے ہے ہی اور آج قوم کے ۷۲ فرقے نظام خلافت کی بغاوت کی ہی یادگار اور مسلم قوم کی مشکلات و مصائب نظام خلافت کی بے قدری اور بغاوت کے ہی نتائج ہیں۔

نظام جماعت کو افراد جماعت کی کم علمی اور بے عملی سے ہی خطرہ لاحق ہوا کرتا ہے۔

جب افراد جماعت میں علمی اور عملی کمی آنے لگتی ہے تو بے عمل تعلیم یافتہ طبقہ کم علم طبقہ کو اپنا ہم خیال بنا کر نظام جماعت پر تنقید و تبصرے شروع کر دیتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے بے عمل مسلمان خواہ وہ کتنا ہی جید عالم و فاضل ہو۔ در پردہ منافق ہوتا ہے۔ یہ منافق علماء اپنے ماحول میں کم علم لوگوں کو اپنی منافقانہ فطرت سے نظام خلافت سے بدظن کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ کبھی مالی قربانیوں پر ہی اعتراضات شروع کرتے ہیں۔ کبھی جماعتی عہدیداران کی ذاتیات کو دینی مسئلہ قرار دے کر حملہ کرتے ہیں۔ اس طرح کئی کئی ڈھنگ سے خلافت کی اطاعت سے افراد جماعت کو بدظن کرنے میں بے عمل علماء اور کم علم افراد کوششیں کرتے ہیں۔ ان حالات میں ہم انصار اللہ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ سب سے پہلے ہم خود ہی سچے دل سے اپنے کئے ہوئے عہد پر قائم رہ کر نظام خلافت کی تمام تحریکات پر عمل کرتے ہوئے اطاعت کا سچا نمونہ پیش کریں۔

دوسرا یہ کہ نظامِ خلافت کے ناراض اور باغی افراد کی کوششوں کو اپنے متعلقہ عہدیداران کے علم میں لاتے رہیں۔

ہمارا چوتھا عہد یہ ہے کہ ہم اسلام اور احمدیت کی مضبوطی کیلئے اس کی اشاعت کیلئے اور نظام خلافت کی حفاظت کیلئے بڑی بڑی قربانی پیش کرنے کیلئے ہمیشہ تیار رہیں گے۔

یہ بڑی سے بڑی قربانی کیا ہے؟ جس کے پیش کرنے کیلئے ہم تیار ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے قربانیوں کی تین اہم اور بنیادی باتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ وہ یہ ہیں۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ۔ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔
وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

پہلے نمبر پر اَقِیْمُو الصَّلٰوۃَ ہے... یعنی نماز باجماعت قائم کرو۔ اس شعبہ میں تمام عبادات نماز۔ روزہ۔ حج۔ ذکر الٰہی اور دُعاؤں کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں ہم کو اپنے اوقات اور اپنے آرام کی قربانی دینی ہوگی۔

دوسرے نمبر پر وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ہے: اس شعبہ میں ہر قسم کی مالی۔ قربانیاں و چندہ جات ادا کرتے ہوئے اپنے آرام اور اپنی خواہشات پر پابندیاں عائد کر لینی ہونگی۔

تیسرے نمبر پر اَطِیْعُوالرَّسُوْل ہے: اس شعبہ میں عملی طور پر محبت اور عشق کے جذبہ سے خلافت کی اطاعت میں سب کچھ قربان کر دینے کی طرف اشارہ ہے۔

اطاعت رسول کیا ہے؟... اطاعت رسول کے ضمن میں خلافت کی اہمیت واضح کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ہمیں ان الفاظ میں خبردار فرمایا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ اطاعت رسول اور اس کے جانشین کی حیثیت میں اطاعت خلیفہ یہی ہے کہ جب خلیفہ وقت یہ کہے کہ اب نمازوں اور دُعاؤں پر زور دینے کا وقت ہے۔ تو سب لوگ نمازوں اور دُعاؤں پر زور دینا شروع کر دیں۔ اور جب وہ یہ کہے کہ اب جانی قربانی کی ضرورت ہے تو سب لوگ اپنی جانیں پیش کرنے کیلئے تیار ہو جائیں۔ اور جب وہ یہ کہے کہ اپنے وطن قربان کریں تو سب لوگ وطن قربان کرنے کیلئے تیار ہو جائیں غرض یہ تین بڑی بڑی قربانیاں ایسی ہیں۔ جو خلافت کے ساتھ لازم ملزوم ہیں اگر خلافت نہ ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا کہ تمہاری نمازیں بھی جاتی رہیں گے۔ تمہاری زکوٰۃ بھی جاتی رہے گی۔ اور تمہارے دل سے اطاعت رسول کا مادّہ بھی جاتا رہے گا۔ ہمارا پانچواں اور آخری عہد یہ ہے کہ ہم اپنی اولاد کو بھی خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے رہیں گے۔

ہم انصار اللہ ہوتے ہوئے اپنی عمر کے لحاظ سے الّا ماشاء اللہ سب ہی صاحب اولاد ہیں۔ اور اس اعتبار سے اپنی اپنی اولادوں کی تربیت کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک براہ راست ہم ہی ذمہ دار ہیں۔ دوسرا یہ کہ ہماری جماعتی زندگی کا عہد "دین کو دنیا پر مقدم کر لینا ہے" برخلاف اس کے غیر جماعتی اور غیر اسلامی زندگی کا مقصد تو صرف دنیا کمانا اور ہر قسم کے عیش کرنا ہے۔

جب ہم نے حلفاً یہ اقرار کر لیا ہے کہ ہم اپنی اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے رہیں گے تو ہماری تلقین کی یہ دو صورتیں ہی ہمارے سامنے ہیں۔ اوّل یہ کہ ہم اپنے عملی نمونہ سے ان کو بتائیں کہ واقعی ہم خود ہی خلیفہ وقت کی کامل اطاعت میں اپنی زندگی وقف کر چکے ہیں۔ اور خلیفہ وقت کی تمام تحریکات میں ہمارا حصہ ہے تو ہماری اولاد ہمارے اس نمونہ سے اور ہماری تلقین سے متاثر ہو سکتی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو تعلیم القرآن اور چندہ وقفِ جدید اطفال کی ہر دو تحریکات میں شامل کرائیں تاکہ ان کے نتیجہ میں بچوں کے اندر دینی روح اور خدمت و فدائیت کا جذبہ پیدا ہوگا۔ اور ان میں ابتداء سے ہی خلافت سے وابستہ رہنے کی عادت پیدا ہوگی۔

قرآنی علوم سے محروم اولاد فاسق اور خبیث بن جائے گی۔

اس سلسلہ میں احباب خاص طور پر یہ بات دلنشین فرمالیں کہ جو لوگ خود قرآنی علوم نہیں سیکھتے اور اولادوں کو بھی قرآنی علوم نہیں سکھاتے۔ ایسے والدین اور بیٹوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک دل ہلا دینے والے الہام سے اطلاع دی ہے۔ وہ الہام یہ ہے۔

مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ نَبْتَلِیْہِ بِذُرِّیَّۃٍ فَاسِقَۃٍ مُلْحِدَۃٍ یَمِیْلُوْنَ اِلَی الدُّنْیَا وَلَا یَعْبُدُوْنَنِیْ شَیْئًا۔ (تذکرہ صفحہ ۴۵۷)

یعنی جو شخص میرے ذکر (قرآن) سے کنارہ کشی کرے گا۔ یعنی قرآنی علوم نہیں سیکھے گا ایسے شخص کو فسق و فجور پسند کرنے والی خبیث اولاد اور بے دین اولاد کے ساتھ آزمائیں گے جو بے دین عیش پرست بن کر دنیا پر گرنے والی اولاد کہلائے گی۔ ان کو میری عبادت سے کچھ بھی حصہ نہ ملے گا۔ ایسے والدین اور ان کی اولادوں کا انجام بد ہوگا۔ ان کو توبہ اور تقویٰ نصیب نہ ہوگا...

مختصر اُس الہام کا خلاصہ یہ ہے کہ ناواقف قرآن والدین کو اپنی اولاد کی دینی تعلیم و تربیت نہ کرنے کے نتیجہ کے طور پر ان کی بداعمالیاں دیکھ دیکھ کر بڑے ہی غم و غصہ کی حالت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے حالات نہ دکھائے۔

یہی وہ پانچ اہم ذمہ داریاں اور فرائض ہیں جو کہ ہم اپنے ہر اجلاس میں یاد دہانی کے طور پر بطور عہد دہراتے ہیں۔

بالآخر اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہم انصار اللہ کو اپنی اپنی ذمہ داریوں کو کماحقہٗ ادا کرنے کی اپنے فضل و رحم سے توفیق بخشے۔ اور ہم سب کو خلافت احمدیہ کے استحکام میں ممد و معاون بنائے۔ اور ہماری جماعت کے موجودہ پیارے امام سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کی راہنمائی میں زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنے مخلص اور مقبول اور وفادار جان نثار بندوں میں شمولیت کے شرف سے نوازے۔ آمین اللھم آمین۔

روایتی
زیورات
جدید فیشن
کے ساتھ

شریف جیولرز
پروپرائیٹر حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔
دوکان: 0092-4524-212515
رہائش: 0092-4524-212300

PRIME AUTO PARTS
HOUSE OF GENUINE SPARES
AMBASSADOR
&
MARUTI
P. 48 PRINCEP STREET
CALCUTTA- 700072 ☎2370509

STAR
☎ 543105
CHAPPALS
WHOLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS
105/661, OPP. BLOCK NO-7 FAHIMMABAD COLONY
KANPUR-1- PIN 208091

دعاؤں کے طالب
محمود احمد بانی
منصور احمد بانی | اسد محمود بانی
کلکتہ

BANI®
موٹر گاڑیوں کے پرزہ جات

Our Founder:
Late Mian Muhammad Yusuf Bani
(1908 - 1968)
AUTOMOTIVE RUBBER CO.
BANI AUTOMOTIVES | BANI DISTRIBUTORS
5, Sooterkin Street, Calcutta-700 072
: SHOWROOM: 237-2185, 236-9893 WAREHOUSE: 343-4006, 343-4137 RESI: 236-2096, 236-4696, 237-8749 FAX NO: 91-33-236-9893

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO-R.N61/57

Subscription
Annual Rs/-150
Foreign
By Air : 20 Pound or 40$ U.S.A
: 60 Mark German
By Sea : 10 Pound or 20$ U.S.A

The Weekly BADR

Qadian 143516, Distt. Gurdaspur Punjab ((INDIA)

Vol - 49 Thursday, 13 April 2000 Issue No: 15

☎ (0091) 01872-70757
01872-71702
FAX:(0091) 01872-70105

لڈ بھرول (ہماچل) میں جلسہ سیرت النبی صلعم کا انعقاد

الحمدللہ مورخہ ۲۰۰۰-۳-۷ کو احمدیہ مسجد لڈ بھرول میں مکرم ڈاکٹر محمد عارف صاحب ناظر بیت المال خرچ و نگران دعوت الی اللہ بھارت کی زیر صدارت مکرم شفاعت احمد صاحب معلم کی تلاوت قرآن پاک سے جلسہ سیرت النبی صلعم کا آغاز ہوا پہلی تقریر مکرم مولانا منیر احمد صاحب خادم نگران ہریانہ نے بدرسومات کے خلاف آنحضرت صلعم کی تعلیم کی روشنی میں کی۔ دوسری تقریر مکرم تنویر احمد صاحب خادم نگران ہماچل نے آنحضرت صلعم کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کے تعلق سے کی۔ تیسری تقریر صدر اجلاس مکرم ڈاکٹر محمد عارف صاحب نے آنحضرت صلعم کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر کی اسی طرح اس جلسے کے مہمان خصوصی محترم D.S.P. بشیر احمد صاحب نے جماعت کے کاموں کو سراہا اور اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ آخر میں صدر اجلاس کی دعا کے ساتھ رات دس بجے یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا اس اجلاس میں ہماچل کے پانچ ضلعوں سے آئے ہوئے مہمانان کرام نے شرکت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہماری حقیر مساعی میں برکت ڈالے اور بہتر خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ دوسرے روز مورخہ ۲۰۰۰-۳-۸ کو صبح بعد نماز فجر ہماچل کے مبلغین و معلمین کی تبلیغی و تربیتی امور کے تعلق سے میٹنگ ہوئی جس کی صدارت محترم نگران صاحب ہماچل نے فرمائی اور اپنے قیمتی مشورہ سے نوازا۔ اس موقعہ پر لڈ بھرول ضلع منڈی کی نئی تعمیر شدہ مسجد کا افتتاح بھی کیا گیا۔

(محمد نذیر مبشر مبلغ انچارج ہماچل)

چودھویں عالمی بک فیئر منعقدہ ۵ تا ۱۳ر فروری بمقام دہلی میں جماعت احمدیہ دہلی کا بک اسٹال

ہزاروں افراد تک پیغام حق پہنچایا گیا ۶ ہزار سے زائد لٹریچر اور فولڈرز تقسیم کئے گئے

جماعت احمدیہ دہلی نے خدا تعالیٰ کے فضل سے اس بار بھی چودھویں عالمی بک فیئر میں شاندار طریق پر اپنا اسٹال لگایا۔ یہ بک فیئر ۵ تا ۱۳ر فروری نئی دہلی کے پرگتی میدان میں منعقد کیا گیا۔ اس میں لگ بھگ ۱۴۰۰ نمائندوں نے شرکت کی اور روزانہ ہزاروں کی تعداد میں زائرین اسے دیکھنے آتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو گیٹ کے نزدیک ایک اچھے ہال میں اسٹال ملا تھا جس کی وجہ سے تمام دنوں کثیر تعداد میں لوگ صبح سے شام تک اسٹال میں آتے رہے۔ پچاس زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم رکھے گئے تھے جو لوگوں کی کشش کا سبب بنے رہے۔ اس کے علاوہ متعدد زبانوں میں منتخب آیات اور منتخب احادیث نے لوگوں کو کافی متاثر کیا۔ اردو، ہندی، انگریزی اور دیگر زبانوں کے کل ملا کر دو سو سے زیادہ مختلف کتب کثیر تعداد میں رکھے گئے تھے۔ ۶۰۰۰ سے زائد لٹریچر مفت تقسیم کئے گئے۔ جو لوگوں نے اپنی پسند اور دلچسپی سے خود ہی حاصل کیا۔ اس موقع کے لئے ساڑھے تین ہزار کی تعداد میں دیدہ زیب پاکٹ کیلنڈر چھپوایا گیا جس میں M.T.A (مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ) کی مختصر وضاحت دی گئی۔ تمام افراد کو MTA کا تعارف کراتے ہوئے کیلنڈر تقسیم کیا گیا۔ ایسے لوگوں کی تعداد بہت تھی جنہیں پہلی دفعہ جماعت احمدیہ اسلامیہ سے متعارف کرایا گیا۔ بہتوں نے دارالتبلیغ سے رابطہ کرنے کا وعدہ کیا۔ Visitor's Book میں ایک سو سے زائد ایسے لوگوں نے نام، پتہ اور فون نمبر درج کئے جو جماعت اور جماعت کی کتابوں سے دلچسپی رکھتے ہیں اور مزید معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ دو سو پچاس مختلف کتب اور قرآن کریم کے نسخے فروخت کئے گئے۔ اس موقع پر جناب مولوی سید کلیم الدین صاحب اور مولوی سید عزیز احمد صاحب مبلغین سلسلہ اور خدام کی ٹیم نے بھرپور تعاون دیا۔ بک فیئر کے تمام انتظامات خدام الاحمدیہ دہلی نے کئے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں کو جزائے خیر دے۔ آمین!

(داؤد احمد قائد مجلس خدام الاحمدیہ دہلی)

تقریب رخصتانہ

مکرم و محترم حضرت مولانا ظہور حسین صاحب مرحوم سابق مبلغ روس و بخارا کی پوتی عزیزہ عائشہ ظفر ملک صاحبہ بنت الحاج کریم ظفر ملک صاحب کی تقریب رخصتانہ ہمراہ مکرم ڈاکٹر ضیاء شہزاد صاحب ابن مکرم و محترم ڈاکٹر قاضی برکت اللہ صاحب آف امریکہ مورخہ 22/ جنوری 2000ء بروز ہفتہ ڈیفنس کلب لاہور کینٹ میں منعقد ہوئی۔ اس تقریب میں احمدیوں کے علاوہ دیگر بہت سے مہمانوں نے بھی شرکت کی۔ رخصتانہ کے موقع پر مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب نے رشتہ کے بابرکت ہونے کی دعا کروائی۔

اگلے روز مکرم ڈاکٹر قاضی برکت اللہ صاحب نے دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ جانبین کیلئے ہر جہت سے بابرکت فرمائے آمین! (اعانت بدر-/500)

(مینجر بدر)

درخواست دعا: خاکسار کی بیٹی عزیزہ بشریٰ بیگم جس کی شادی کو چار سال کا عرصہ ہو چکا ہے اولاد نہیں ہوئی۔ نعمت اولاد کے حصول کیلئے عاجزانہ دعا کی درخواست ہے۔

(گلریز بانو کانپور)

دارالتبلیغ (مشن) میں قیام بارے ضروری ہدایات

دہلی، ممبئی، حیدر آباد، مدراس، بنگلور، کلکتہ، کالیکٹ، بھبنیشور، جموں اور سرینگر وغیرہ، دیار التبلیغ میں احمدی احباب اپنی ذاتی ضروریات کے لئے جاتے اور قیام کی سہولت کا تقاضا کرتے ہیں۔ ایسے احباب کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ:

☆- کسی بھی دارالتبلیغ میں قیام کے لئے مقامی صدر/امیر کی تحریری تصدیقی چٹھی ساتھ لیجانا ضروری ہے بصورت دیگر وہاں کی انتظامیہ قیام کی اجازت دینے سے معذرت کر دے گی۔

☆- چونکہ بالعموم دیار التبلیغ میں جگہ کی تنگی ہوتی ہے۔ اسلئے تین دن سے زیادہ قیام کی اجازت نہ ہوگی۔ استثنائی حالات میں مقامی انتظامیہ حسب گنجائش و حالات سات (۷) دن تک قیام کی اجازت دے سکتی ہے۔

☆- دوران قیام احباب کو احمدیہ مساجد و دارالتبلیغ کے تقدس اور جماعتی روایات کی پوری طرح پابندی کرنا لازمی ہوگی۔

☆- پانی، بجلی، اور دیگر سہولیات سے مناسب رنگ میں استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ حسب توفیق لوکل فنڈ میں کچھ رقم جمع کرنا چاہئے تاکہ دیار التبلیغ کے Maintanance میں مقامی انتظامیہ کو پریشانی نہ ہو۔

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

داخلہ مدرسہ احمدیہ قادیان

مدرسہ احمدیہ قادیان کا تعلیمی سال یکم اگست ۲۰۰۰ء کو شروع ہو رہا ہے۔ خواہشمند امیدوار درج ذیل کوائف کے ہمراہ اپنی درخواستیں مطلوبہ فارم پر نظارت تعلیم کو ارسال کریں۔ داخلہ فارم نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان سے حاصل کر سکتے ہیں۔

داخلہ کی شرائط

۱- درخواست دہندہ واقف زندگی ہو یا اپنی زندگی وقف کرنے کا خواہشمند ہو۔

۲- جسمانی و ذہنی طور پر صحت مند ہو۔

۳- کم از کم میٹرک پاس یا اس کے برابر تعلیم حاصل کی ہو۔

۴- قرآن کریم ناظرہ جانتا ہو۔

۵- عمر ۱۶ سال سے زائد نہ ہو۔ گریجویٹ ہونے کی صورت میں عمر ۲۲ سال سے زائد نہ ہو۔ استثنائی صورت میں چھوٹ دیئے جانے کے بارہ میں غور ہو سکے گا۔

۶- حفظ کلاس کیلئے عمر ۱۰-۱۲ سال سے زائد نہ ہو۔ قرآن کریم ناظرہ روانی کے ساتھ پڑھ سکتا ہو۔

۷- امیر جماعت/صدر جماعت مطمئن ہو کہ درخواست دہندہ وقف اور داخلہ کیلئے موزوں ہے۔

۸- درخواست دہندہ اپنی سندات کی مصدقہ نقول مع ہیلتھ سرٹیفکیٹ امیر جماعت/صدر جماعت مکی رپورٹ کے ساتھ مع دو عدد فوٹو گراف پاسپورٹ سائز ۱۵ جولائی ۲۰۰۰ء تک ارسال کریں۔

☆- تحریری ٹیسٹ و انٹرویو میں معیار پر پورا اترنے والے طلباء کو ہی مدرسہ احمدیہ میں داخل کیا جائے گا انٹرویو کیلئے آنے کی اطلاع بعد جائزہ دی جائے گی۔

☆- قادیان آنے کے اخراجات امیدوار کو خود برداشت کرنے ہونگے۔ ٹیسٹ و انٹرویو میں فیل ہونے کی صورت میں واپسی سفر کے اخراجات خود کرنے ہونگے۔

☆- امیدوار قادیان آتے وقت موسم کے لحاظ سے گرم سرد کپڑے رضائی بستر وغیرہ لے کر آئیں۔

نصاب

تحریری ٹیسٹ میٹرک کے معیار کا ہوگا۔

اردو: -ایک مضمون اور درخواست

انگلش: - مضمون - درخواست - اردو سے انگریزی - انگریزی سے اردو - گرامر

انٹرویو: - اسلامیات - جنرل نالج - انگلش ریڈنگ - اردو ریڈنگ - قرآن کریم ناظرہ

(ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان)